یہ اخبار ہفتہ وار ہر جمعہ کے دن امرتسر سے ...

شرح قیمت اخبار

والیان ریاست سے سالانہ	۱۰
رؤسا و جاگیرداران سے "	۸
عام خریداران سے "	۴
" ششماہی	۲
ممالک غیر سے سالانہ ۵ شلنگ ۴ پنس	
" ششماہی ۳ شلنگ	

اُجرت اشتہارات

کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتا ہے۔ جملہ خط و کتابت و ارسال زر بنام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل) مالک و ایڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر ہونی چاہئے۔

اخبار

اہلحدیث

امرتسر

نمبر ۱۹ و ۲۰

جلد ۱۲

اغراض و مقاصد

(۱) دین اسلام اور سنت نبی علیہ السلام کی حمایت و اشاعت کرنا۔

(۲) مسلمانوں کی عموماً اور اہلحدیثوں کی خصوصاً دینی و دنیوی خدمات کرنا۔

(۳) گورنمنٹ اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی نگہداشت کرنا۔

قواعد و ضوابط

(۱) قیمت بہرحال پیشگی آنی چاہئے۔

(۲) بیرنگ خطوط وغیرہ جملہ واپس ہونگے۔

(۳) مضامین مرسلہ بشرط پسند مفت درج ہونگے اور ناپسند مضامین محصولڈاک آنے پر واپس ہو سکینگے۔

امرتسر مورخہ ۲۵ ربیع الثانی و یکم جمادی الاول ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۲/۱۵ مارچ ۱۹۱۵ء بروز جمعہ

فہرست مضامین

جلسہ ندوۃ العلماء ۱
مسلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن کا جلسہ ۲
قرأت خلف الامام ۲
جماعت اہلحدیث اور سراج الاخبار ۳
مضامین تماسیہ ۵
مذاکرہ علمیہ نمبر ۴ (زوجہ مفقود الخبر) ۶
مذاکرہ علمیہ نمبر ۶ .... ۷
دیوبار ی کا تصور ۱۰
نبوت اور خلافت عامہ ۱۱
عقد النحور فی وضع الایدی علی الصدور ۱۶
حضور نظام کا اسلامی احساس و ہمدردی ۲۰
کام کا ہم کو مسلمان بنا دے یا رب ۲۰
درہ و اقبال کی اہمیت ۲۰
کلمۃ الحق ۲۱
متفرقات ۲۵
انتخاب الاخبار ۲۶
اشتہارات ۲۷
.... ۲۸

جلسہ ندوۃ العلماء لکھنؤ

ندوہ کی بنیاد جس مقدس غرض کے لئے رکھی گئی تھی وہ یہ ہے کہ علماء اسلام جو ایک جگہ اور ایک کام میں شریک نہیں ہوتے اور الگ الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بناتے ہیں اُن کو کسی مشترک اسلامی کام میں جمع ہونے کا سلیقہ سکھایا جائے۔ اس غرض کے مخالف علماء نے ندوہ کی سخت مخالفت کی انکی مخالفت سے تو ندوہ کا کچھ نہ بگڑا تھا بلکہ ندوہ انکی مخالفت میں بھی پھلا پھولا۔ نقصان پہنچا تو ندوہ کو اندرونی اختلاف سے جسپر ندوہ زبان حال سے کہتا تھا ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

ندوہ کا سالانہ جلسہ ہونے والا ہے خدا کی شان یہی ندوہ ہے جس کے سالانہ جلسہ پر ہم نے امرتسر میں دیکھا کہ معاونان بڑی سرگرمی سے اس میں حصہ لیتے تھے۔ جلسے کرتے تھے۔ چندہ جمع کرتے تھے۔ ممبر بنتے تھے۔ غرض سب کچھ کرتے تھے۔ آج یہ حال ہے کہ وہی ندوہ کے معاون جن کے اہتمام سے ہزاروں روپیہ چندہ اور سیکڑوں لوگ شریک ہوتے تھے وہی معاون ایسے سرد مہر ہیں کہ تیخ تک نہیں کرتے۔ یہ انقلاب کیوں ہے؟ محض اختلاف اور یا بقول اُن کے جواب کی گڑبڑ اُن کو امداد سے مانع ہے۔

میرے کرم دوست مولوی غلام محمد صاحب شملوی سفیر ندوہ میرے پاس آئے اور معاونت ندوہ کی بابت مجھ سے ذکر کیا۔ میں تو اپنے اصلی اصول پر کاربند رہتا ہوں کہ مشترک کام میں ہم ایک ہیں۔ غلطی الگ چیز ہے کام الگ ہے۔ عوارض کی خرابی سے جوہر کی ذات میں خرابی نہیں آجاتی۔ اس لئے میں بھی

گلزار احمدی۔ معارج النبوۃ کا ترجمہ سلیس پنجابی نظم میں واعظان خوش بیان کے لئے مفید ہے قیمت اصلی ہر سہ جلد للعہ رعایتی ۱۲ مینیجر

ahmadimuslim.de

مضبوط رائے رکھتا ہوں کہ کسی جماعت کی ندوہ ہو یا کوئی انجمن ہو اُس کے ممبران کی غلطی سے قطع نظر کر کے اُس کو گرنے سے بچانا چاہیئے۔ مولوی صاحب موصوف کے ساتھ میں اُن معاونین کے پاس خود گیا جنھوں نے سرد مہری دکھائی تھی اُن سے گفتگو کی اور اُن کو جلسے کی شرکت کی ترغیب دی۔ بعض نے اقرار کیا۔ بعض نے عذر۔

ندوہ کا کام چند آدمیوں کے مجموعہ کے ہاتھ میں ہے جو غلطی سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جو صاحب ندوہ کی اصلاح چاہتے ہیں اُن کا فرض ہے کہ کسی رنج کی وجہ سے جلسہ کی شرکت نہ چھوڑیں بلکہ بنظر اصلاح ضرور شریک جلسہ ہوں اور موقع بموقع ممبران ندوہ کی غلطیوں کی اُن کو اطلاع دیں۔

سب سے بڑا اعتراض حُسن اتفاق سے ندوہ کو محاسب جناب بابو نظام الدین صاحب سوداگر چرم امرتسر ہی کے معززین میں سے ہیں۔ آپ نے کئی بار مجھ سے شکایت کی اور اب تک وہ اس شکایت پر بضد مصر ہیں کہ باوجودیکہ میں محاسب بنایا گیا تھا مجھکو حساب خصوصاً عمارت کا حساب نہیں دکھایا گیا۔ اسی قسم کی اور بھی جو شکایات ہیں ندوہ کے جلسہ میں طے ہونی چاہئیں۔

ہمیں امید رکھنی چاہیئے کہ اصلاحی کمیٹی بھی جو قوم کی نائب ہے اس موقع پر اپنے کام کا پروگرام بہت کچھ سوچ بچار کر تیار کریگی مگر یہ یاد رہے بقول ؎

از فراقت تلخ میگوئی سخن
ہر چہ خواہی کن ولے این یک مکن

علیحدگی اچھی نہیں ہوگی۔

کارپردازان ندوہ کو دل سے یہ مان لینا چاہیئے کہ معترضین کسی نفسانی غرض سے اعتراض نہیں کرتے بلکہ محض نیک نیتی سے معترض ہیں اس لئے اُن کے سمجھانے پر اُن کو پوری توجہ کرنی چاہیئے۔ آئندہ خواہد خدا ؎

من آنچہ شرط وفا بود با تو گفتم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

مُسلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن

کا اجلاس

مُسلم یونی ورسٹی ایسوسی ایشن کا اجلاس بدلتا بدلتا اب ۳-۴-اپریل تک پہنچا ہے۔ ہم پہلے ہی حیران تھے کہ ہندوستان میں دو بڑی علمی انجمنوں (ندوہ اور حمایت اسلام) کے جلسے انہی تاریخوں میں ہیں۔ تو لوگ کہاں کہاں جائینگے۔ ندوہ میں شریک ہونگے یا انجمن حمایت اسلام لاہور میں۔ اب یہ مژدہ سُنا کہ مُسلم یونی ورسٹی ایسوسی ایشن کے قابلقدر سکرٹری نے ایسوسی ایشن مذکور کے اجلاس کی تاریخیں بھی ۳-۴-اپریل رکھی ہیں جن میں ندوہ اور حمایت اسلام کے جلسے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ ندوہ کا جلسہ بارونق ہوگا نہ حمایت اسلام کا۔ بلکہ نہ مُسلم یونی ورسٹی کا۔ لوگ تو پہلے ہی کہتے تھے ؎

دل بکے کند آنکہ نعیلے بکے امام دو

اب تو اس تثلیث میں پھنس کر توحید کا مزہ بالکل ہی جاتا رہا۔ افسوس قومی کام کے ذمہ دار ہر طرف نظر نہیں ڈالتے جس کا نتیجہ وہی ہوتا ہے جو ہونا چاہیئے۔

قرأت خلف الامام

کسی دوست نے قرأت فاتحہ خلف الامام کا اختلاف حل کرنے کو لکھا تھا۔ اس کو جواب لکھا گیا اس کی نقل درج اخبار کرکے ہدیۂ ناظرین بھی کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ طرز تحریر برعایت علم اصول جدید ہے ؎

نے پیروی قیس نہ فرہاد کرینگے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کرینگے

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سورت فاتحہ نماز میں واجب ہے۔ اس کی تقریر یوں ہے کہ اُن کے نزدیک آیت فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ میں خدا تعالےٰ نے مطلق قرأت کا حکم کیا ہے۔ کسی خاص مقام کو معین نہیں کیا اور حدیث لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْكِتَابِ میں اگرچہ معین ہے۔ لیکن چونکہ قرآن مجید قطعی الثبوت ہے۔ اس لئے اس کو مقدم رکھکر اس حدیث کو تابع قرآن کرکے یوں کہیں گے کہ مطلق قرأت نماز میں فرض ہے اور سورہ فاتحہ واجب ہے (مستفاد از اصول شاشی)

واجب کے ترک کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ ناقص ہو جاتی ہے۔ اور سجدہ سہو کر لینے سے وہ نقص رفع ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ اگر مقتدی سے کوئی واجب ترک ہو جائے تو اُس پر سجدہ سہو لازم نہیں۔ اس لئے اگر مقتدی سورۃ فاتحہ کو ترک کر دیوے تو اُس کی نماز ادا ہو جائیگی۔

یہ ہے اصل مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور اس کے سوائے جس قدر شدت کے فتوے ہیں وہ سب متاخرین کے ہیں۔

اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ امام صاحب کے نزدیک سورت فاتحہ کا پڑھنا منع نہیں ہے۔ بلکہ اُن کے نزدیک یہ امر ہے کہ نہ پڑھنے سے بھی نماز ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نے تعلیق ممجد میں تحقیق کیا ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر مقتدی امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھ لیوے تو بھی جائز ہے اور نماز صحیح ہے۔ چنانچہ درمختار میں کہا ہے و تصح فی الاصح یعنے اصح مذہب یہی ہے کہ مقتدی کے سورت فاتحہ پڑھنے سے اُس کی نماز صحیح ہوتی یعنی ناقص و فاسد نہیں ہوتی۔

اب اس تقریر کے مقابلے میں محدثین کی تقریر بھی سنیئے۔ محدثینؒ کے نزدیک سورت فاتحہ امام و مقتدی اور اکیلے سب کو فرض ہے اور دلیل اس کی وہی حدیث صحیح بخاری ہے جو اوپر گزر چکی۔ اس کے مثبت فرضیت ہونے سے کسی کو انکار نہیں حنفیہ نے صرف معارض قرآن جان کر فرضیت سے انکار کیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کے فرض ہونے سے وہ بھی انکار نہ کرتے!

ahmadimuslim.de

پس اگر ہم یہ تعارض رفع کردیں اور ثابت کردیں کہ آیت میں سورت فاتحہ کے متعلق حکم نہیں ہے۔ بلکہ سورت فاتحہ کے بعد کی قرأت کا حکم ہے تو آیت اور حدیث ہر دو اپنی اپنی جگہ رہینگی اور تعارض رفع ہوجائیگا۔ اور حدیث سے سورت فاتحہ نماز میں فرض ثابت ہوجائیگی اور چونکہ مقتدی پر سے فرض ساقط نہیں ہوتا (ہدایہ) جیسے کہ سجدہ اور رکوع وغیرہ۔ اس لئے سورت فاتحہ بھی ساقط نہیں ہوگی۔

تقریر اس کی یوں ہے کہ آیت سورۂ مزمل تہجد کی نماز کے متعلق ہے اور تہجد کی نماز مشکل وقت کی نماز ہے۔ کبھی دن رات کے گھٹنے بڑھنے سے اور کبھی آدمی پر مختلف قسم کے حالات سفر مرض۔ نیند وغیرہ وارد ہونے سے۔ اس کے لئے قرأت کا ایک معین اندازہ ناممکن ہے۔ اس لئے تخفیف کی خاطر خدا تعالےٰ نے آسانی کردی کہ جو کچھ میسر ہوسکے وہی پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ یہ باتیں سورت مزمل کا دوسرا رکوع پڑھنے سے خودبخود صاف نظر آجاتی ہیں۔

اب سوچنا چاہیئے کہ خواہ آدمی مریض۔ خواہ سفر میں ہو۔ خواہ تھوڑا وقت لیکر اٹھے۔ خواہ گرمی کا موسم ہو۔ سورت فاتحہ کے پڑھنے کا کوئی بوجھ نہیں۔ کیونکہ یہ نہایت چھوٹی سی سورت ہے اور اس کے سوائے دوسری قرأت میں لمبائی اور چھوٹائی کا سوال ہوسکتا ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ کا حکم سورت فاتحہ کے بعد کی قرأت کے لئے نازل کیا ہے کہ جتنی میسر ہوسکے پڑھ لیا کرو۔ اگر وقت لمبا ہے اور آدمی تندرست ہے تو زیادہ پڑھ لے اور اگر وقت تھوڑا ہے یا آدمی بیمار ہے یا سفر کے سبب زیادہ برداشت نہیں کرسکتا تو چھوٹی قرأت پڑھ لے لہٰذا اس حدیث سورت فاتحہ کا آیت قرآن سے تعارض نہ ہوا۔ حدیث فرضیت فاتحہ کے لئے کافی ہوئی اور آیت اپنی جگہ پر اسکے سوائے دوسری قرأت کیلئے رہی۔ واللہ اعلم۔

(خاکسار ابو الفضل ارسیال کوٹی)

جماعت اہلحدیث

اور

سراج الاخبار

سراج الاخبار جہلم جماعت اہلحدیث کا پرانا عنایت فرما ہے اس کے مضامین بغیر ذکر اہلحدیث کے بالکل روکھے اور پھیکے معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنے ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے کوئی نہ کوئی مضمون تراش ہی لیتا ہے کل میسر لما خلق له بالکل سچی حدیث ہے۔ اس کے ایڈیٹر مولانا مولوی فقیر محمد صاحب ایک مُسن بزرگ ہیں۔ گو عالم پیری میں اکثر قویٰ مائل باختلاط ہوکر کمزور پڑگئے ہیں۔ لیکن ماشاء اللہ اہلحدیث کے مقابلہ میں حرارت قلبی اور جوش دلی ایسا قوی ہے کہ مقیاس الحرارت نقطۂ اعتدال سے جانب افراط میں اوپر کو چڑھا ہوا ہے اس لئے آپ کو "پیر جوان ہمت" کہنا نازیبا نہیں ماہ جنوری کے وسط میں "انجمن اہل حدیث جہلم" کا جلسہ تھا۔ باوجودیکہ اس نواح میں جماعت اہلحدیث قلیل تعداد میں ہے۔ لیکن بفضل ایزدی جلسہ امید سے زیادہ رونق و کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ اور حاضرین کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی رہی۔ جلسہ کے ایسے نظارے پر سراج الاخبار میں چند سوالات طبع ہوئے ہیں جن کا جواب اہلحدیث سے طلب کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض سوال تو مضحکہ خیز ہیں اور بعض تعجب انگیز۔ ان سوالات میں سب سے وزنی اور مشکل سوال جسپر کل سوالوں کی بنیاد ہے پہلا سوال ہے۔

جماعت اہلحدیث کثر اللہ سوادھم پر اس کا بوجھ ایسا بھاری سمجھا گیا ہوگا کہ وہ بچارے کبھی بھی اس سے سبکدوش نہیں ہوسکینگے۔ لہٰذا ہم اسپر کچھ لکھنا چاہتے ہیں:۔

سوال اول۔ کیا رسول خدا نے اپنی حیات میں کوئی انجمن "اہل قرآن" کے نام سے مقرر فرمائی تھی جس کے اتباع میں "انجمن اہلحدیث" یعنی اشاعت حدیث کی انجمن مقرر کی گئی ہے۔ یا صحابہ کرام یا تابعین و تبع تابعین نے ہی کوئی انجمن اشاعت اسلام کے لئے مقرر کی تھی۔ جواب بحوالہ حدیث دینا چاہیئے۔

جواب:۔ سائل نے اپنا نام ظاہر کرنے کی بجائے اپنے آپ کو "ایک محقق حنفی" لکھا ہے۔ اس سے ہمیں دو امر معلوم ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ سائل کے نزدیک حنفی دو قسم کے ہیں۔ ایک محقق جن میں سے وہ خود ہیں۔ دوم غیر محقق۔ جن کی جانب ان کا میلان نہیں۔ الحمد للہ یہ متصور تو ہونے لگا کہ ایک شاخ حنفیت کی ایسی بھی ہے جو اندھا دھند کے حنفی ہیں۔ ایسے ہی ایک طائفہ کا قرآن مجید ذکر کرتا ہے۔

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ (پ بقر)	بعض ان میں سے ان پڑھ ہیں۔ جو کتاب (الٰہی) سے ناواقف ہیں۔ مگر بے سنی سنائی باتیں (یاد ہیں)

اور وہ صرف اٹکلیں کرتے ہیں۔

صاحب ہم تو مدت سے پکار رہے ہیں کہ ائمہ مجتہدین کے مجتہدات کو تحقیق کے بعد تسلیم کرو۔ معیار کتاب و سنت پر رکھکر اور میزان قرآن و حدیث پر تول کر بیشک قبول کرلو۔ اور اسی کا نام ترک تقلید ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے وصیت نامہ میں اسی کی تاکید کی ہے جس سے ہمکو مفت میں بد نام کیا گیا کہ یہ لوگ ائمہ اربعہ کی تقلید کو واجب نہیں جانتے تو اُن کے علم و تقوےٰ کے قائل نہیں۔ اُن کی بے ادبی کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ بہتانات ہمارے سر تھوپے گئے۔ خیر الحمد للہ کہ ہماری پکار بے اثر نہ گئی ؎

کہتا ہے کون نالۂ بلبل ہے بے اثر
پردہ میں گل کے لاکھ جگر پاش ہوگئے

دوسرا امر جو ہمیں سائل کے وصف سے معلوم ہوا یہ ہے کہ سوال بصورت اعتراض کیا گیا ہے جس سے

ahmadimuslim.de

اُس کی یہ غرض ہے کہ جب آں حضرت صلعم نے اپنی جماعت صحابہ کا نام اہل قرآن نہیں رکھا تھا تو تم کیوں اہلحدیث کہلاتے ہو۔ جس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ سائل کے نزدیک اگر یہ امر ثابت ہو جائے کہ آں حضرت صلعم نے اپنی جماعت کو اہل قرآن کہا ہے تو اہلحدیث بلا خوف تردید اپنے آپ کو اہلحدیث کہہ سکتے ہیں۔ باقی جس قدر نتائج اور تحقیقات اس سوال سے پیدا ہو سکتی ہیں وہ سب اس کی شاخیں ہیں۔ سوال کو بخوبی سمجھ لینے کے بعد اب جواب بھی سنئے

جناب! جس طرح علم شخصی دوسرے افراد سے متمیز کرنے کے لئے اور علم جنسی دوسری اجناس سے الگ کرنے کے لئے موضوع ہوتے ہیں۔ اسی طرح مذہبی حدود میں کسی دین کا نام جو بمنزلہ علم کے ہوتا ہے موضوع ہوتا ہے۔ پس آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کا علم جو دوسرے دینوں سے تمیز کرائے اسلام ہے اور آیت وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا میں اسی امر کا بیان ہے۔ اسی طرح امت محمدیہ صلعم کا علم جو اُن کو دوسری اُمتوں سے متمیز کرے مسلم ہے۔ اور آیت هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هَٰذَا میں اسی کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ نبوت کے آخری دور یعنی عہد محمدی میں اصل اصول دستور العمل قرآن شریف ہے اس لئے مسلمانوں کو قرآن شریف کی طرف مضاف کرنا اس امر کے لحاظ سے ہوگا کہ ان کا دستور العمل قرآن پاک ہے۔ پس ان کو اہل قرآن کے لقب سے ملقب کرنا بالکل بجا اور درست ہوگا۔ یہ تو نکتہ کی بات ہے جو ہم نے آپ کو انگلیوں پر سمجھا دی۔ آئیے اس کو بھی قریب آپکو بتائیں کہ آں حضرت صلعم فداہ روحی نے اپنی امت مرحومہ کو اہل قرآن کے معزز لقب سے بھی یاد فرمایا ہے۔ ملاحظہ کیجئے حدیث وتر جسے حنفیہ کرام وجوب وتر کی دلیل میں پیش کیا کرتے ہیں۔

اوتروا یا اهل القرآن (بلوغ)	اے اہل قرآن وتر پڑھا کرو۔

اُمید ہے اب تو آپ کا مطالبہ پورا ہو گیا ہوگا۔ کہ آں حضرت صلعم نے اپنی حیات طیبہ میں ایک انجمن (جماعت صحابہ) "اہل قرآن" مقرر کی تھی لہذا اب آپ کو اہلحدیث کے پیارے لقب سے چڑ نہ ہوگی اگر آپ نگاہ کو اس سے بھی اوپر لیجائیں۔ اور تنگ ظرفی نہ کریں تو ہم آپ کو کتاب اللہ میں بھی دکھا دیں کہ خدا تعالےٰ نے امم سابقہ میں سے بعض کو اُن کی مخصوص کتاب آسمانی کی طرف نسبت کیا ہے اُسکی وجہ بھی یہی ہے کہ اُن کا دستور العمل و فارق من بین الاغیار وہی کتاب تھی۔ سنئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فِيهِ (مائدہ)	"اہل انجیل کو چاہیئے کہ اس کے موافق فیصلہ کیا کریں جو خدا نے اس (انجیل) میں نازل کیا"

آیئے! اب آپ کو اسی رُخ کا نظارہ دوسرے پہلو سے بھی دکھائیں۔ قرآن شریف تو سب فرقوں کے نزدیک یکساں دستور العمل اور مساوی حجت قطعی ہے۔ خود اس امت میں کئی فرقے نہیں۔ تو بالخصوص اہل قرآن کی طرف امتیازی نسبت کسی فرقے کو نہیں ہو سکتی۔ الا اس صورت میں کہ مولوی عبداللہ چکڑالوی کی طرح الفاظ قرآن کے سوائے سب کچھ کا انکار کر دے۔ اسی لئے قرآن کے بعد جس جس فرقے کا جو جو دستور العمل تھا اور دوسرے فرقوں سے امتیازی طریق عمل تھا وہ اسی کی طرف منسوب ہوا۔ مثلاً حنفیوں نے اپنے امتیاز کی بنا امام ابو حنیفہ کے اصول و فروع پر رکھی اور دوسروں نے دوسروں کے کلیات و جزئیات پر۔ اسی طرح ایک طائفہ نے اس طوفان بے تمیزی میں قرآن کے بعد اپنا دستور العمل حدیث نبوی کو بنایا اور اپنے اور دوسرے سب کے اصول و فروع۔ جزئیات و کلیات اور قواعد و ضوابط کو حدیث نبوی کے ماتحت کیا اگر موافق ہوئے تو تسلیم کیا ورنہ عذر کر دیا۔ ایسا نہیں کیا کہ قرآن شریف اور حدیث نبوی کو کسی خاص شخص کے فہم و رائے کے تابع و ماتحت کر دیں جو خود قرآن و حدیث کا محکوم و ماتحت ہو۔ پس اس طائفہ کا نام اہلحدیث اس طریق عمل کے رو سے ایک وصفی نام تھا جو فتنہ امت کے وقت منقول ہو کر اسکا علم ہو گیا۔ لہذا اب یہ دیکھنا پڑیگا کہ جس چال اور روش کو اس فرقے نے اختیار کئے رکھا اور اس کے سبب سے وہ دوسروں سے متمیز ہوئے وہ روش اختلاف و افتراق امت کے زمانے سے پیشتر معمول بھی تھی یا نہیں۔ اور قرآن اوّل اور صدر اعلےٰ کے لوگ آں حضرت صلعم کے بعد کسی دوسرے کی شخصیت کو دین میں کہاں تک داخل کرتے تھے۔ اگر قرآن و حدیث کے سوائے کوئی دیگر شے حجت شرعی نہیں جانی جاتی تھی تو بس قصہ تمام شد، بالخیر شما بسلامت، اور اگر خیر القرون کے لوگ آنحضرت صلعم کے سوائے کسی اور کی شخصیت کو دین میں داخل کرتے تھے تو بیشک اہلحدیث کا پیارا لقب و وصفی نام جدید سمجھا جائیگا۔ کتب بینی کی زحمت گوارا کرنے اور ورق گردانی کی مشقت برداشت کرنے سے پیشتر ذرا عہد صدیقی کے دستور العمل کا ملاحظہ کر لیجئے۔ امید ہے کہ آپ کی تکلیف کم ہو جائیگی

اچھا آیئے آپ کو یہی بات ایک دوسرے طریق پر بتائیں۔ یہ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جہمیہ وغیرہ فرقوں کے مقابلہ میں ایک گروہ کا نام اہل سنت بھی تھا۔ یہ کس اعتبار سے تھا؟ اسی اعتبار کے لحاظ سے تھا یا نہیں کہ جن مسائل میں یہ فرقے ایسی ایسی رائے رکھتے ہیں اُن مسائل میں ہم سنت نبوی کے پابند ہیں۔ ان میں سے بعض اب امام صاحب کی موجودگی میں مروج تھے۔ پھر اہل سنت کی تمیز اسم اہل سنت سے کیگئی۔ اور امام صاحب کی طرف نسبت کر کے حنفی کے نام کی نہ کیگئی۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اگر اس کی وجہ آپ سمجھ گئے تو یقین جانئے کہ آپ بھی حنفیت کی نسبت سے اپنی تمیز نہ کرائیں گے بلکہ اپنے تئیں حدیث و سنت نبوی کی طرف منسوب کر کے ممتاز بنیں گے إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ!

(خاکسار ابو الغفار سیالکوٹی)

ایڈیٹر۔ مولوی صاحب کی قوت استدلالیہ مسلم ہے۔ امید ہے بہت سے احباب کو اس سے فائدہ ہوگا۔ میں اس مسئلہ کو اور طرز سے ذکر کرنا چاہتا

ہوں جو طلبا خصوصاً منطقی اہل علم کے لئے قابل توجہ ہے - میں ہمیشہ اس مسئلہ کے متعلق حیران رہتا ہوں کہ اہل علم خصوصاً اہل منطق اس مسئلہ میں علم معقول واصول سے کام نہیں لیتے -

بقاعدہ علم مناظرہ مناسب ہے کہ پہلے اپنا مدعا ثابت کریں اس کے بعد معارضات کو دفع کریں -

آیت فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ بالاجماع نماز کے حق میں اتری ہے - اب تنقیح طلب امر صرف یہ ہے کہ آیت موصوفہ میں لفظ مَا بقاعدہ علم اصول کیا ہے - عام ہے - مطلق ہے یا مجمل -

عام نہیں - کیونکہ عام ہونے کی صورت میں لازم آتا ہے کہ جس شخص کو جتنا قرآن شریف یاد ہو سب کا پڑھنا اس پر فرض ہو - اس لئے عام کا حکم شمول ہے جمیع افراد کو - صاحب نور الانوار کا یہ عذر کرنا کہ تمام ناتیسر کا فرض ہونا تیسیر کے خلاف ہے اس لئے عام پڑھنا فرض نہیں ہوگا - ایک معنی سے ہمارے دعوے کی تائید ہے کہ عام نہیں - عام مان کر یہ توجیہ کرنا گویا عام کی تعریف اور حکم جدید تجویز کرنا ہے جو ہرگز جائز نہیں - حیرانی ہے - کہاں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ عام کا شمول اپنے افراد کو قطعی ہوتا ہے - کجا یہ کہ مَا تَيَسَّرَ میں لفظ مَا عام تو ہے مگر سب افراد کو شامل نہیں یا للعجب -

دوسری صورت یہ ہے کہ مَا کا لفظ مطلق ہے مگر بقاعدہ علم اصول یہ صورت بھی جائز نہیں کیونکہ مطلق کا حکم یہ ہے کہ الاتی بای فرد کان اتیا بالماموربہ یعنی مطلق کے جس فرد پر عمل کیا جائے وہ ماموربہ کا فرد ہوتا ہے - اس صورت میں لازم آتا ہے کہ جس طرح سورۂ کوثر پڑھنے والا فرض ادا کرتا ہے - سورۂ بقرہ پڑھنے والا بھی فرض ہی کا ادا کرنے والا سمجھا جائے - مگر فقہا کا مذہب اس کے برخلاف ہے - وہ کہتے ہیں فرض قرات صرف تین آیات ہیں باقی سنت یا مستحب - حالانکہ مطلق کا حکم یہ تھا کہ جو فرد بھی ادا کرے وہ ماموربہ ہو - ثابت ہوا کہ لفظ مَا مطلق بھی نہیں -

تیسرا احتمال یہ ہے کہ لفظ مَا **مجمل** ہے - یہ احتمال صحیح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں - مجمل کی تعریف ہے جس میں ازدحام معانی کا ہو - اور اسکا حکم ہے رجوع الی المتکلم - یعنی متکلم اس کی تشریح اور تفسیر کرکے کھول دے - آیت موصوفہ میں بحیثیت افراد مختلفہ ازدحام معانی تھا کہ ایک آیت فرض ہے یا دو یا تین یا چار وغیرہ - یا کون سی سورت فرض ہے - فاتحہ یا بقرہ - والعصر یا کوثر وغیرہ - تو ان سب افراد میں سے متکلم نے تعیین کرنے کو فرما دیا -

لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب

(یعنی سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے)

اس حدیث سے آیت موصوفہ کا بیان ہوگیا اور اس اجمال کی تفسیر کافی ہوگی جہاں تک علم اصول ہمارا ساتھ دیتا ہے اس تقریر پر کوئی اعتراض معقول نہیں ہوسکتا کسی صاحب کو ہو تو مہربانی سے ہمیں مطلع فرماویں بڑی خوشی سے ان کی تحریر کو مذاکرہ علمیہ میں لیکر شائع کر دینگے -

آیت کی اس تفسیر پر نہیں تو اصل مسئلہ پر ایک اعتراض عام طور پر کیا جاتا ہے جو بڑا زبردست ہے وہ یہ ہے اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا (قرآن جب پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو) اس آیت نے بنص قطعی حکم دیا ہے کہ قرآن کے پڑھے جانے کے وقت چپ رہنا اور سننا چاہیے اور یہ حکم عام ہے نماز میں ہو یا نماز سے باہر اس کا جواب عوام کے مقابلہ میں تو مشکل ہوگا مگر خواص اہل علم خصوصاً منطق دان علماء کے سامنے بالکل آسان ہے - یہاں تک آسان ہے کہ میرا وہم ہے کہ کوئی منطقی عالم اس آیت کو اس مطلب کے لئے پیش ہی نہیں کر سکتا -

جناب! اذا کلیہ نہیں مہملہ ہے وھی

تلازم الجزئیۃ فلا تکون کبرے لا نعکاس

کیونکہ اذا مہملہ ہے کلیہ نہیں - اس لئے اس میں عموم نہیں - عموم کلما میں ہوتا ہے اذا میں نہیں - تو ثابت ہوا کہ آیت موصوف اِذَا قُرِئَ میں وہ زور نہیں جو معارضین نے سمجھ رکھا ہے فاندفع

ما اورد قد یعنی بعد حنایا فی الزوایا

ہم جانتے ہیں کہ ہمارے اس جواب پر بعض اعتراض ابھی ہیں - چونکہ ہم نے معترضین کو اظہار خیالات کی اجازت دی ہے کہ علم معقول و اصول سے نفس مسئلہ پر کچھ لکھینگے تو شائع کیا جائیگا - اس لئے ہم اپنے ذہنی اعتراضات بھی انہی کے لئے چھوڑتے ہیں (وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ) -

---

مضامین قاسمیہ

(از مولوی محمد ابو القاسم صاحب بنارسی)

طعام ہنود

قال الله اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ

اخبار اہلحدیث مورخہ ۲۶ ربیع الاول سنہ روان میں جناب حکیم محیب الرحمن صاحب کی تحریر طعام ہنود کی بابت دیکھی - آں جناب نے علماء کرام کا ذکر کرتے ہوئے اس ہیچمدان کا نام بھی لیا ہے - اس لئے اپنی ناقص تحقیق کو مختصر الفاظ میں قلمبند کر دیتا ہوں -

ہنود کے آب و طعام کی نسبت خاکسار کی رائے سابق میں یہ تھی کہ ان کے ہاتھ کا کھانا کھا لینا اور پانی پی لینا جائز ہے بدلیل حدیث کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودی مشرک کی دعوت قبول فرما کر طعام نوش کیا - اور ایک بار ایک مشرکہ عورت کے مشکیزہ سے پانی لیکر خود نوش کیا اور تمام صحابہ کرام کو پلایا - لیکن ہنود کے خانگی حالات اور ان کی عدم صفائی اور ناپاکی کا کثرت سے مشاہدہ اور تجربہ کے بعد سابق رائے بدلنی پڑی اور آیت مذکورہ کا یہ مطلب سمجھ میں آیا کہ ان کا باطن ہی نہیں بلکہ ظاہر بھی نجس رہتا ہے خواہ وہ اپنے خیال میں بہت صفائی و احتیاط کریں -

اس لئے میں تو ان کی دوکان سے کھانے پینے کی چیز خرید کر کھانے کو بھی روا نہیں سمجھتا - چہ جائیکہ ان کی دعوت قبول کیجائے -

بنارس کے حلوائیوں کا حال بہت دیکھا کہ حاجت ضروریہ کو گئے اور ایک چھوٹے سے پرورے (برتن) میں دو تین چلو پانی بھر لیگئے - اس سے آبدست کرکے

۲۹۳

اپنی میلی لنگوٹی (چھوٹی دھوتی مثل لنگوٹ) میں ہاتھ پونچھتے ہوئے واپس آئے اور مٹھائی میں ہاتھ ڈالکر لڈو بنانے لگتے ہیں۔

بھلا تبلائیے کہ جب نہ تو مقام خاص کی صفائی ہوئی اور نہ ہاتھوں کی۔ تو کیا اس سین کو دیکھکر آپکا کھایا ہوا کھانا بھی باہر نہ آجائیگا؟ میرے خیال میں تو ان کے کھانے پینے کی چیزوں سے بہت پرہیز کرنا چاہیئے۔

مدرسہ میاں صاحب اخبار اہل حدیث ۷ صفر میں اپنے مکرم دوست مولوی عبدالحمید صاحب حیدرآبادی کی تحریر دلپذیر بابت مدرسہ جناب شیخنا و شیخ الکل حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی پڑھی مجھے اُن کی رائے سے پورا اتفاق ہے۔ بلکہ مدرسہ مذکورہ کو ہندوستان کے فن حدیث و دیگر علوم کی یونی ورسٹی (دارالعلوم) بنانا چاہیئے۔ اور جو طلبا اس سے فارغ ہوکر نکلیں اُن کو علاوہ سند دینے کے خاص القاب بھی (مقرر کرکے) دیئے جائیں مثلاً اول درجہ میں کامیاب ہونے والوں کو شمس الافاضل دوسرے درجہ والوں کو قمر الافاضل۔ تیسرے والوں کو نجم الافاضل وغیرہ۔ اور اس کا انتظام اہلحدیث کانفرنس کرے تاکہ یہ مدرسہ حضرت مرحوم کی زندہ یادگار رہے۔

تاریخ نبوی اخبار اہلحدیث میں اس کی اشاعت کی بابت متعدد تحریریں دیکھیں۔ میں بھی اپنا خیال ظاہر کردیتا ہوں۔ وہ یہ کہ مولانا الحاج ابومحمد ابراہیم صاحب نے عرصہ ہوا یہ کتاب اپنے پرچہ الہادی میں سلسلہ وار شائع کی تھی جو تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔ اور اب تک اُن سے قیمتاً ملتی ہے اس لئے جن حضرات نے اُس کو دوبارہ بذریعہ اخبار اہلحدیث شائع کرنیکی رائے دی ہے میں اُن کی رائے سے متفق نہیں میرے خیال میں مناسب یہ ہے کہ اُس کی بجائے تاریخ اہلحدیث جو عرصہ سے لکھی جارہی ہے اور آنکھیں اُس کی منتظر ہیں اُس) کا جو ورقہ اخبار اہلحدیث میں شائع ہونا چاہیئے۔ اور جن حضرات کو تاریخ نبوی دیکھنے کا شوق ہو وہ مولوی صاحب موصوف سے قیمتاً منگوا کر دیکھیں۔ آئندہ اختیار

محراب مسجد اخبار اہلحدیث ۱۴ صفر میں مولوی محمد اسرائیل کرجوئی نے علماء کرام سے چند سوالات بابت محراب مروجہ فی زماننا کئے ہیں اُن میں اس عاجز کا نام بھی لیا ہے۔ اس لئے اپنی بساط کے مطابق جواب عرض کرتا ہوں۔ واضح ہو کہ اقتراب الساعۃ میں جو روایت ابن مسعودؓ کی طبرانی سے منقول ہے کہ "مسجد کی محرابیں آراستہ کی جائینگی" اس میں محراب سے مراد جائے عبادت ہے جیسے قرآن مجید میں حضرت ذکریا علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ آیا ہے۔ نہ محراب مروجہ فی زماننا کیونکہ اس کا احداث ولید کی امارت میں ہوا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے عہد میں مساجد میں محراب نہ تھی جیسا کہ علامہ سمہوری نے وفاءالوفاء میں صاف طور سے لکھدیا ہے اور علامہ سیوطی نے تو اس کے بدعت ہونے میں خاص ایک کتاب ہی لکھ ماری ہے افسوس کہ وہ ہندوستان میں نہیں ملتی۔

جواب دریافت اثر اخبار اہلحدیث مورخہ ۸ جنوری میں ایک صاحب نے اثر حضرت علیؓ الا انبئکم برجل من کوفتکم ھذہ یکنی بابی حنفیۃ الخ کا پتہ دریافت کیا ہے۔ اُس کے جواب میں عرض ہے کہ اولاً محدثین کا اتفاق ہے کہ ائمہ کی تعریف و فضائل میں جس قدر احادیث و آثار مشہور ہیں وہ سب موضوع ہیں۔ ثانیاً محدثین نے حدیث موضوع کے پہچاننے کے جو وسائل ذکر کئے ہیں اُن کو ملحوظ رکھنے کے بعد اثر مذکور کے موضوع ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ غلط حدیثوں اور جھوٹے آثار کو ائمہ کی تعریف اور فضائل کا مدار مقرر کرنا ریت کی زمین پر دیوار کھڑی کرنی ہے جس سے اُن کی شان بجائے ارفع ہونے کے ادنےٰ ہوجاتی ہے حالانکہ اُن کے حالات و مناقب خود اُن کے مضامین پر کافی روشنی ڈالتے ہیں يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ!

جواب دریافت حدیث ۱۲ فروری کے اخبار اہل حدیث میں ایک صاحب نے حدیث مرفوع من رأنی فقد رأی الحق اور دوسری روایت من رأنی فی المنام فقد رأنی کی بابت دریافت کیا ہے کہ ان کا مطلب کیا ہے اور یہ کس کتاب کی روایت ہے؟ اور کیسی ہے؟ سو واضح ہو کہ ہر دو روایات صحیح بخاری و مسلم کی ہیں۔ اور دونوں کا ایک ہی مطلب ہے۔ پہلی بالکل مختصر ہے۔ دوسری اُس سے مفصل۔ تیسری ایک اور روایت میں فسیرانی فی الیقظۃ زیادہ آیا ہے یہ بھی صحیحین کی ہے اور ہر دو سے زیادہ مشرح۔

مطلب ہر ایک کا یہ ہے کہ جو شخص خواب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اُسنے مثل بیداری کے آپکو دیکھا۔ سبحان اللہ جل جلالہٗ!

دعا کیجئے مولوی مخدوم شریف صاحب نے اپنی اہلیہ کی مغفرت کے لئے جن لوگوں سے دعا کی درخواست بذریعہ اخبار اہلحدیث کی ہے اُن میں میرا نام بھی ہے۔ اس لئے میں اُن کو مطلع کرتا ہوں کہ میں نے بہت خلوص سے دعا کی ہے کہ خدا متوفیہ کو بخشے اور آپ اور کل متعلقین کو توفیق صبر دے۔ آمین!

مذاکرہ علمیہ نمبر ۴ مورخہ ۲۱ صفر متعلق زوجہ مفقود الخبر میری تحقیق میں مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا خیال کہ حضرت عمرؓ کا فتوےٰ زوجۂ مفقود کے بارے میں چار سال انتظار کرنے کے بعد چار ماہ دس یوم عدۃ گزار کر نکاح اقتصادی تھا نہ دائمی، بالکل صحیح ہے۔ اس لئے کہ مسئلہ کوئی شرعی نہ تھا بلکہ سیاسی تھا۔ جو لوگ امور سیاست میں مذاق رکھتے ہیں اور حضرت عمرؓ کے دماغ کو امور سیاست میں اوج کمال پر مانتے ہیں۔ وہ سب سے پہلے اسپر صاد کرینگے۔ اور حضرت عمرؓ کا یہی حکم فقط کوئی سیاسی نہ تھا بلکہ اور بھی بہت سے احکام جو آج کل شرعی بن گئے ہیں در اصل سیاسی اور اقتصادی تھے۔ نہ دائمی۔ لیکن مولانا ممدوح کی

ahmadimuslim.de

یہ رائے کہ مفقود کی زوجہ کو اس کے مطالبہ کے وقت فسخ کا حکم دیا جائے اور انتظار کی کوئی خاص میعاد مقرر نہ ہو مجھے اس کے ساتھ ابھی اتفاق نہیں ہے لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا اس لئے کہ شریعت میں کل اس جیسی متفرق صورتوں مثلاً طلاق وخلع وموت زوج وغیرہ میں نکاح ثانی کے لئے ایک خاص میعاد مقرر کی گئی ہے جسے عدت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ مفقود کی زوجہ کیلئے بھی ایک خاص میعاد کی ضرورت ہے کہ وہ اُس وقت تک انتظار کرے۔ وہ میرے نزدیک شل لقطہ وغیرہ کے ایک سال مناسب ہے جیسے حضرت سعید بن مسیبؓ کا حکم مفقود فی الصف کی زوجہ کیلئے ایک سال کا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے تتربص امرائتہ سنۃ یا امام مالک کا فتویٰ مفقود فی الفتن کی زوجہ کے لئے ایک سال کا ہے جیسا کہ عینی (شرح بخاری) میں منقول ہے وروی ابن القاسم عن مالک فی المفقود فی فتن المسلمین انہ لا یضرب لامرائتہ سنۃ ثم تتزوج (عینی ج ۲۰ ص ۵۲) یعنی مفقود فی الفتن کی بی بی ایک سال انتظار کرکے نکاح کرلے۔ اسی طرح ہر مفقود کی زوجہ ایک سال انتظار کرکے اپنا نکاح کرلے۔ غرض کچھ نہ کچھ تربص ضروری ہے۔ مولانا کی باقی تحریر سے مجھے پورا اتفاق ہے دیکھوں اور حضرات اسپر کیا گل افشانیاں فرماتے ہیں۔ فقط (محمد ابوالقاسم عفی عنہ خموش بنارسی)۔

از مولوی عبداللہ صاحب بانکی پوری

امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو مدت تجویز فرمائی ہے خاکسار کے نزدیک وہی قرین صواب ہے۔ حنفیہ کے افراط اور مدت ایلاء کی تفریط کے بین بین واقع ہے خیر الامور اوسطہا افراط عورت کے حق میں مضر اور تفریط شوہر کے حق میں مخل ہے۔ ہاں اگر کسی دلیل قوی تشفی بخش سے مفتی کو معلوم ہو جائے کہ مرد عورت سے تعلق رکھنے کی نیت یا اُس کے ادائے حقوق کی قابلیت نہیں رکھتا ہے اور عورت بھی تفریق کی مدعی ہو تو بوجہ مجبوری وہ عورت ایسے مرد کی زوجیت سے علیحدہ کردیجائیگی۔

از مولانا عبدالجبار صاحب عمرپوری

مقیم دہلی

اس مذاکرہ کی بابت خاکسار کا مضمون اوائل ربیع الاول میں ارسال ہوچکا۔ افسوس کہ وہ دفتر اہلحدیث میں گم ہوگیا۔ اُس کے بعد تین مضامین مولوی عبدالسلام صاحب مبارکپوری و مولوی حکیم سجاد حسین صاحب و مولوی حکیم ابوداؤد صاحب کے ہمارے گم شدہ مضمون کے موافق نکلے جس سے ہمکو بہت مسرت ہوئی۔ چونکہ یہ مضامین کافی معلوم ہوتے ہیں اس لئے اب زیادہ خامہ فرسائی کی ضرورت نہیں ہرسہ مضامین خصوصاً مولوی ابوداؤد صاحب کے مضمون میں خوب تحقیق سے کام لیا گیا ہے جزاھم اللہ

مذاکرہ علمیہ نمبر ۶

(مورخہ ۱۹ ربیع الاول)

از مولوی عبیداللہ ولد مولوی عبدالسلام صاحب

مبارکپوری

بابت آیت کریمہ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا الخ

اس آیہ کریمہ کی نسبت جو سوال پیش کیا گیا ہے وہ اس بنا پر ہے کہ ان کو مصدریہ ناصبہ قرار دیا جائے جیسا کہ اس مذاکرہ کو پیش کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے "ترکیب نحوی کے بموجب اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا مفعول ہے حَرَّمَ کا اور یہ مرکب ہے بمعنی عدم الشرک کیونکہ اس میں ان مصدریہ داخل ہے لا تشرکوا پر ان مصدریہ اپنے مدخول کو ساتھ لیکر مصدری معنے ہوتا ہے اہلحدیث ص ۵ جلد ۱۲)

لیکن جبکہ ہم اس آن کو مثل اَنْ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ کے آن مفسرہ قرار دیں جیسا فراء کا مذہب مختار ہے تو یہ اشکال پیش نہیں آتا۔ اس لئے کہ اس صورت میں ان لا تشرکوا حرم کا مفعول نہیں بنتا بلکہ اُس کا مفسر ہوجاتا ہے۔ اور ان تفسیریہ کے لئے جو شرط ہے وہ یہاں موجود ہے وہ حرم ہے جو معناً قول ہے اور لا تشرکوا کی نون بوجہ لائے نہی کے گری ہے نہ آن ناصبہ کے سبب سے۔

اب اشکال اگر رہجاتا ہے تو یہ کہ حرم کی تفسیر ان لا تشرکوا ٹھیرا سکتا ہے یا اور جس قدر نواہی اس آیت کریمہ میں ہیں وہ سب حرم کی تفسیر قرار دی جاسکتی ہیں لیکن جملہ وبالوالدین احسانا حرم کی تفسیر نہیں ہوسکتا۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ بالوالدین احسانا کا عطف تعالوا پر ہے نہ ان لا تشرکوا پر۔ اسلئے یہ حرم کی تفسیر نہیں ہے بلکہ تعالوا امر ہے اسی پر دوسرا امر احسنوا بالوالدین احسانا عطف کیا گیا۔ آیہ کریمہ کا ترجمہ یوں ہوا:-

"دیکھو کہ آؤ پڑھوں یعنی بیان کروں اُس چیز کو جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہے یعنی یہ کہ تم اُس کا شریک کسی چیز کو نہ ٹھہراؤ اور دیکھو کہ سلوک کرو اپنے ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنا"

لیکن اگر ہم اس آن کو مصدریہ ناصبہ قرار دیں تو اس کے پہلے لام حرف جر محذوف رہیگا۔ اور حرف جر کا آن اور آن کے پہلے محذوف ہونا مطرد اور اکثری ہے جیسا کہ شرح جامی وغیرہ میں مذکور ہے اب آیت کریمہ کا ترجمہ اس طرح ہوگا:-

"دیکھو آؤ میں پڑھوں اُس چیز کو جو خدا نے تم پر حرام کی ہے تاکہ تم اُس کا کسیکو شریک نہ ٹھیراؤ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرو"

اس آن ناصبہ مصدریہ قرار دینے کی بنا پر ایک ترکیب

لے یہ تو ہوا مگر ترکیب کیا ہوئی؟ شرح یا تفسیر کا حکم یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مفسر کی جگہ لے سکے۔ اس اصول سے ان لا تشرکوا کو ما کا صلہ ہونا چاہیے۔ پس تقدیر کلام یوں ہوگی اتل ما ان لا تشرکوا بہ شیئا؟ دھوکا تو نہیں (اڈیٹر)

اور بھی ہے وہ یہ کہ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ تک جملہ ختم ہوگیا عَلَيْكُمْ اَنْ لَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا الگ جملہ ہے۔ اس ترکیب پر معنے یوں ہوا۔

"سنو کہ آؤ پڑھوں میں تمپر وہ چیز جو خدا نے حرام کی ہے۔ تمپر لازم ہے کہ تم اُس کا کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرو الخ واللہ اعلم"

از مولوی منیر خان صاحب مرزاپوری

(مدرس مدرسہ منیورہ بنارس)

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَنْ لَا تُشْرِكُوا وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔

اس آیت کریمہ کی توضیح چند طور پر ہوسکتی ہے جس سے کہ بظاہر جو شبہات ہیں اُن کا ازالہ بخوبی ہوجاتا ہے۔

اولًا تحریم از باب تفعیل ہے اور باب تفعیل کی خاصیات متعدد ہیں منجملہ اُن کے تصییر ہے۔ یعنی کر دینا کسی چیز کو صاحب ماخذ۔ لہذا احرم بمعنے جعلہ ذا حرمۃ ہوگا اور حرمت کے معنی لغت میں ہے آنچہ شکستن آں روا نباشد کذا فی الصراح ومنتھی الادب پس اس بنا پر معنی مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ جس کی نگہداشت اللہ نے تمہارے ذمہ کردیا ہے، ہوگا۔ اور مفعول حَرَّمَ کا ضمیر محذوف ہوگی کیونکہ جملہ حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ، مَا اسم موصول کا صلہ واقع ہے اور صلہ میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو کہ موصول کی طرف راجع ہو لیکن ضمیر مفعول کا حذف جائز ہے لہذا حَرَّمَ سے بھی ضمیر مفعول حذف ہے اور جملہ ان لاتشرکوا، ما حرم ربکم کی تفسیر واقع ہے۔ میری اس توضیح سے ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے حرم بمعنی اوجب لیا ہے اُس کی شائد توضیح یہی ہوگی۔

ثانیاً کتب نحو سے ثابت ہے کہ بعد آن مصدریہ لا زائد آیا کرتا ہے۔ شرح جامی میں مثال دی ہے قولہ تعالیٰ مَا مَنَعَكَ اَنْ لَا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ای ان تسجد، اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ان لاتسجد میں لا زائد ہے کیونکہ بعد آن مصدریہ واقع ہے۔ ایسا ہی ان لا تشرکوا میں لا زائد ہوگا۔

ثالثاً۔ جملہ ان لاتشرکوا بواسطہ آن، ما حرم ربکم علیکم کی تفسیر واقع ہے۔ اور اگر یہ شبہ ہو کہ جملہ ان لاتشرکوا میں بعض معطوفات وبالوالدین احسانا امر بھی ہے لہذا تفسیر ما حرم ربکم علیکم کی کیونکر واقع ہوگا۔ اسلئے کہ اوامر نواہی کے ضد اور عکس ہوتے ہیں اور نواہی محرمات کی تفسیر ہوسکتی ہے اوامر نہیں کیونکہ اوامر سے مطلوب فعل ہوتا ہے ترک نہیں۔ اور نواہی اور محرمات سے مقصود ترک ہوتا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ امر بالشئے مستلزم ہے نہی ضد شئے کو یعنی اگر کسی چیز کے کرنے کا حکم دیا جائے تو اس حکم سے یہ ضرور سمجھا جائیگا کہ ترک اس کا ممنوع ہے۔ لہذا امر التزاما نہی کو شامل ہے۔ پس جملہ بالوالدین احسانا بعد ان لاتشرکوا بمعنے لاتسیئوا ہوگا۔ اور وہ تفسیر تحریم بصورت نہی میں مبالغہ ہے لہذا خداوند تعالےٰ نے بصورت نہی تفسیر فرمائی ہے۔

رابعًا۔ اتل ما حرم ربکم علیکم پر کلام تمام ہوکر منقطع ہوگیا بعد کو ان لاتشرکوا سے دوسرا جملہ شروع ہے ان لاتشرکوا بواسطہ آن مصدریہ بتاویل مفرد ہوکر مبتدا خبر محذوف یا خبر مبتدا محذوف کا ہوگا۔

بعض احتمالات اور بھی ممکن ہیں۔ امید ہے۔ علمائے کرام توجہ فرماکر ناظرین کو مستفیض کرینگے!

از مولوی سید عبد اللہ صاحب بانکی پور

اس آیت میں آن مفسرہ لینا خوب ہی ہے اس سے معنے صحیح بے تکلف حاصل ہوتا ہے آن کا مفسر معنے قول ہوتا ہے اور وہ اتل یہاں موجود ہے اس صورت میں آیہ شریفہ کا معنے یہ ہوگا۔

کہدو (اے نبی علیہ السلام) آؤ میں تمکو محرمات وممنوعات خداوندی بتلاؤں یعنی یہ تعلیم کروں کہ تم لوگ شرک نہ کرو۔ اور ماں باپ کی خدمت کرو وغیرہ۔

جیسا نَادَيْنَاهُ اَنْ يَّا اِبْرَاهِيْمُ میں نادیناہ مفسر اور یا ابراھیم اس کی تفسیر واقع ہے۔ اور اسی طرح اِذْ اَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّكَ مَا يُوْحٰى مفسر اور اقذفیہ اُس کی تفسیر ہے۔ ممکن ہے کہ آن مصدریہ ہو اور ما حرم ربکم یعنی تحریم شرک واسارت والدین وغیرہ مبدل منہ اور ان کے نتائج ولوازمات* (عدم الشرک اور احسان بالوالدین وغیرہ جو مدخولات آن مصدریہ ہیں) بدل الاشتمال قرار دیے جاویں۔ اس تقدیر پر معنے یہ ہوگا۔

آؤ میں تمکو شرک واساءت والدین وغیرہ اخلاق رذیلہ کی حرمت بتاکر عدم الشرک (توحید) واحسان بالوالدین وغیرہ اخلاق جمیلہ کی تعلیم کروں۔

از مولوی ابو المجد عبد الصمد صاحب ندوی از لکھنؤ

اس آیت پاک میں آن کے اندر دو احتمال پید ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ آن مفسرہ ہو۔ دوسرا یہ کہ آن ناصبہ مصدریہ ہو۔ دونوں احتمال پر غور کرکے اگر قاعدہ نحوی سے دیکھا جائے تو کسی احتمال میں اَلَّا تُشْرِكُوْا، حَرَّمَ کا مفعول نہیں ہوسکتا ہیں انشاء اللہ تعالےٰ ذیل میں دونوں احتمال کی واضح طریقہ سے تفسیر کرونگا۔ اور بقاعدہ نحوی اس بات کو ثابت کر دکھا دونگا کہ الا تشرکوا بہ کو حرم کا مفعول قرار دینا ایک صریحی دھوکہ اور مغالطہ ہے۔ میں پہلے اس جگہ اُس احتمال کو نقل کرتا ہوں جس میں آن مصدریہ ہونے کے باوجود

---

* کیونکہ ضروریہ مطلقہ کو مطلقہ عامہ لازم ہے۔

لے ایسے سخت لفظ نہیں بولنے چاہئیں۔ مذاکرات اسی لئے جاری کئے گئے ہیں تو بولنے اور لکھنے میں سلف صالحین کا طریق سکھایا جائے۔ ہمکو زمانہ کی روشنی پسند نہیں۔ بلکہ سلف صالحین کی روش پسند ہے (ایڈیٹر)

(رسوم اسلامیہ ۱۹ جنوری ۱۹۱۵ء) (۲۶۷)

یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا کہ الا تشرکوا حرم کا مفعول ہے کیونکہ محل ان تین حالتوں سے خالی نہو گا یا وہ منصوب بعلیکم علے سبیل الاغرا ہو گا یا منصوب علے سبیل البدلیت (ما خبریہ سے ہو گا) یا بتقدیر لام مجرور علے سبیل الجار ہو گا۔ یا مرفوع علے سبیل الرفع ہو گا جس وقت کہ منصوب بعلیکم علے سبیل الاغرا ہو گا اسوقت عبارت اَتْلُ عَلَیْکُمْ اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا بِہٖ ہو گی اور جس وقت کہ منصوب علے سبیل البدلیت (ما خبریہ سے) ہو گا تو عبارت اَتْلُ اَلَّا تُشْرِکُوْا بِہٖ ہو گی اور جس وقت مجرور علی سبیل الجر بتقدیر لام ہو گا اس وقت عبارت اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ لِاَنْ لَّا تُشْرِکُوْا بِہٖ ہو گی۔ اور جب مرفوع علے سبیل الرفع ہو گا تو عبارت اَلْمَتْلُوُّ اَلَّا تُشْرِکُوْا بِہٖ ہو گی۔ اب میں ان مفسرہ کے احتمال کو نقل کرتا ہوں۔ اس پاک آیت کا استفہامیہ لفظ حَرَّمَ کا کا منصوب ہے اور جملہ ما حرم ربکم فعل اَتْلُ کا مفعول ہے چونکہ وہ معنے میں اَتْلُ اَیَّ شَیْءٍ حَرَّمَ رَبُّکُمْ کے ہے اور علیکم جار مجرور سے ملکر فعل اَتْلُ کے متعلق ہو گا لہذا صورت مذکور میں عبارت قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ اَیَّ شَیْءٍ حَرَّمَ رَبُّکُمْ عَلَیْکُمْ فَھُوَ اَلَّا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا ہو گی۔ اگر ہم اس کو تسلیم بھی کر لیں کہ الا تشرکوا حَرَّمَ کا مفعول ہے تو بھی کسی قسم کی خرابی اور فتور آیت کریمہ کے نظم معانی میں نہ آئیگا۔ آیہ کریمہ میں لا زائد ہو گا اس میں کوئی حرج نہیں ہے چونکہ کلام عرب میں اکثر حروف زائد آتے ہیں۔ جناب کو اس کی بہت سی مثالیں ملینگی لا زائدہ ہونے کی صورت میں آیہ کی ترکیب نحوی یہ ہو گی الا تشرکوا بہ بدل ہو جائیگا اس ضمیر محذوف کا جو ما خبریہ کی طرف لوٹتی ہے اور ضمیر محذوف حَرَّمَ کا مفعول ہو گی۔ صورت مذکور میں عبارت یہ ہو گی اتل ما حرمہ ربکم علیکم ان تشرکوا بہ شیئا۔[1]

[1] لا کے زائد ماننے سے ساری آیت کی شکل حل نہ ہو گی وبالوالدین احسانا۔ ای حرم علیکم احسانا بالوالدین نہو کما ترے (ایڈیٹر)

از مولوی محمود صاحب بنارسی

بیشک ایسے مذاکروں کا جاری ہونا اہل علم کے لئے خصوصاً اور عام لوگوں کے لئے عموماً بہت مفید ہے۔ اہل علم کی نظریں ہمیشہ ایسے امور پر رہینگی جن سے علم کی اور ترقی ہو گی۔ اور عام لوگوں کو علم قرآن وحدیث کے نکات معلوم ہوتے رہینگے۔ جس سے اس کی عظمت بڑھیگی۔ ۱۹ ربیع الاول کے مذاکرہ کے متعلق میری بھی کچھ عرض ہے ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف

وہ یہ کہ آیت حَرَّمَ کی نسبت جو اکثر مفسروں کی یہ رائے ہے کہ لا زائد ہے ان لا تشرکوا میں! اور اس کے آگے لا مستتر ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ قرآن شریف حشو وزوائد سے مبرا ہے اور فصیح زبان میں ہے اس لئے نہ زائد مان سکتے ہیں نہ پوشیدہ۔ بلکہ جو کچھ اس آیت میں ذکر ہے سب صحیح ہے۔ پس میں مختصر سا بتلا کر ناظرین سے رخصت ہوتا ہوں۔ وہ یہ کہ اس آیت قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ میں حَرَّمَ بمعنے امر کے ہے۔ مطلب یہ کہ اُن باتوں کو پڑھوں جنکا حکم تمکو تمہارے پروردگار نے دیا ہے (مولینا ثناء اللہ صاحب نے اپنی دونوں تفاسیر (عربی اور اردو) میں یہی لکھا ہے)

بعض کہتے ہیں کہ حرم ربکم سے جملہ ختم ہے۔ اور علیکم سے علیحدہ جملہ چلتا ہے جیسے علیکم السلام یا بعض استفہام مراد لیتے ہیں۔ مگر یہ سب کچھ نہیں سب ڈھکوسلا ہے۔ قرآن شریف ان سب سے مبرا ہے۔

اب آئیے ایک ایسی بات بتاؤں جو سب سے اصح واعلےٰ درجہ کی ہے جسکو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح البخاری شریف میں فرمایا ہے کہ حَرَّمَ عربی لفظ ہے اور اس کے معنے حرام کے (جو مقابل ہے حلال کا) نہیں ہیں۔ بلکہ یہ لفظ حرم ایک قبیلہ عرب میں وجب کے معنے میں بولا جاتا ہے اور یہاں (یعنی اس آیت حَرَّمَ میں) اللہ عزوجل نے اس قبیلہ کے مستعمل لفظ حرم کو استعمال کیا ہے جو کہ ہر حیثیت سے صحیح ہے۔

ناظرین! اب بھی کسی قسم کا شک ہو گا۔ بعض لوگ لغت کے پیچھے پڑ جاتے ہیں تو وہ بھی سن لیں۔ کہ لغت میں بھی بتلایا ہے کہ حرم بمعنی وجب کے آتا ہے (ملاحظہ ہو صراح وغیرہ)

پس اب خود فیصلہ کر لیجئے کہ کون صحیح ہے۔ اور کس کی رائے صائب ہے۔

میرے ناقص خیال میں دو باتیں صحیح معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو حرم بمعنے امر کے یہاں مستعمل ہے دوسرے حرم بمعنے وجب کے یہاں مستعمل ہے اور یہی سب سے زیادہ صحیح ہے بلکہ اصح ہے۔ باقی مفسروں کی اور رائیں اس کے متعلق جو ہیں وہ سب ضعیف ہیں اور ایک قسم کا نقص ہے جس سے کلام اللہ مبرا ہے۔ پس آیت شریف کا ترجمہ یوں ہو گا:۔

تو یہ کہدے (اے نبی علیہ السلام) آؤ میں تبلاؤں جو اللہ نے تمکو حکم کیا ہے (یا جو اللہ نے تمپر واجب کیا ہے) یہ کہ اللہ کے ساتھ شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور اولاد کو بھوک کے خوف سے قتل نہ کرو الخ

پوری آیت کا ترجمہ کر جائیے جو کہ بالکل صحیح ہو گا اور ایک فصاحت معلوم ہو گی۔

(خاکسار ابو المسعود محمود عفے عنہ واعظ اہلحدیث کانفرنس خلف مولانا محمد سعید مرحوم بنارسی)

از بزرگوار مولوی گل محمد صاحب

(ازکدنہ ضلع مظفر گڈھ)

اس آیت شریفہ میں جو مشکل ہے اس طرح حل ہو گی کہ لفظ علیکم کو جار مجرور نہ بنایا جاوے بلکہ اسما افعال ناصبہ سے قرار دیا جاوے اور ان لا تشرکوا بہ شیئا مع توابع منصوب اسکا بنایا جاوے حرم ربکم کا مفعول خلافہا محذوف قرار دیا جاوے تقدیر عبارت آیت موصوفہ یوں ہونی چاہیئے۔ قل تعالوا اتل کلمات اللاتی التی حرم ربکم خلافہا وھی علیکم ان لا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین

(۲۹۶)

احسانا۔ باقی رہا یہ سوال کہ حرم ربکم کا مفعول خلاف منشا کیوں نکالا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ علیکم لزوم پر دلالت کرتا ہے۔ اور لازم کا خلاف حرام ہے

ایڈیٹر۔ اس توجیہ سے معنے آیت کے بنیں یا نہ بنیں مگر قرآن نیا بنگیا ❖

از مولوی احمد ملتانی طالب علم

مقیم دھلی

ترکیب نحوی کے بموجب الا تشرکوا مفعول ہے حرم کا۔ تو کیا معنے ہوا کہ تم پر خدا نے شرک نہ کرنا حرام کیا ہے (اعاذنا اللہ منہ)

جواب:۔ اتل جواب ہے امر (قل) کا۔ ما موصولہ محل نصب میں ہے۔ یعنی موصول با صلہ اتل کا مفعول ہے۔ حرم کا مفعول ضمیر محذوف ہے جو ما موصولہ کی طرف راجع ہے اور علیکم، حرم کے متعلق ہے نہ اتل کے کیونکہ یہاں مطلق تحریم کا بیان کرنا مقصود نہیں ہے اور جملہ ان لا تشرکوا بہ شیئا میں چار احتمال ہیں۔

اول یہ کہ فعل تلاوت کی تفسیر ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی اتل ما حرم علیکم ربکم بلفظ ھو لا تشرکوا بہ شیئا اس کی پانچ شرطیں ہیں۔ اس سے پہلے جملہ ہو۔ اس کے بعد جملہ ہو۔ پہلے جملہ میں معنی کا قول ہو۔ اس میں صریح قول نہ ہو۔ ان پر حرف جار نہ ہو جیسے کتبت الیہ ان لا تفعل۔ وَنَادَیْنَاہُ اَنْ یَّا اِبْرَاھِیْمُ یعنے کتبت الیہ شیئا ھو لا تفعل ونادیناہ بلفظ ھو یا ابراھیم۔ اگر ان پانچ شرطوں میں سے کوئی شرط فوت ہو جائے تو وہاں ان تفسیریہ نہیں آسکتا۔ جیسے وَاٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ ذکرت عندک عسجد ان ذھبا۔ وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا ۔ قلت لہ ان افعل۔ کتبت الیہ بان افعل۔

دوم یہ کہ جملہ مذکورہ بتاویل مصدر بہ ما (موصولہ) سے بدل ہے اور لا زیادہ ہے اور باقی جملے معنی میں معطوف ہیں نہ لفظاً مثلاً جملہ وبالوالدین احسانا میں ماں باپ کے ساتھ احسان کرنیکا حکم دینا چاہتا ہے کہ عدم احسان حرام ہو جو حقیقتاً معطوف ہے لیکن عدم احسان کی حرمت سے مقصود احسان کا وجوب تھا اس لیے امر کی صورت میں بیان کیا گیا نہ نہی کی صورت میں۔ اسی طرح مابعد کو قیاس کریں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ جملہ مذکورہ ان لا تشرکوا بہ شیئا میں یہی تقریر کیجائے اور لا کو زیادہ قرار نہ دیا جائے تو ممکن ہے۔

سوم یہ کہ جملہ مذکورہ بتاویل مصدر مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی المحرم علیکم ان لا تشرکوا بہ شیئا اور باقی جملے معنی معطوف ہیں کما مر۔

چہارم یہ کہ جملہ مذکورہ مع مابعد بتقدیر فعل علیکم یا الزموا مفعول ہے اور منصوب علی الاغرا ہے!

پس معنے صحیح (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ ادھر آؤ میں تمکو وہ چیزیں پڑھکر سناؤں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کی ہیں (وہ یہ) کہ کسی چیز کو خدا کا شریک مت ٹھیراؤ۔ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔" اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشَّاھِدِیْنَ ۔

ایڈیٹر۔ اس راقم کا مضمون محض اسکی حوصلہ افزائی کے لئے درج ہوا ہے۔ آئندہ کو سوچ سمجھکر لکھا کرو شاباش زندہ باش۔ بارہا لکھا گیا ہے اور اب بھی لکھا جاتا ہے کہ مذاکرات کو نووی کی شرح یا ابن جریر کی تفسیر نہ بنایا کریں بلکہ اپنا پسندیدہ قول لکھکر اس کو مدلل کر دیا کریں۔ اپنا دعوے مدلل کر چکنے کے بعد ابطال نقیض کا اختیار ہے۔ یہ ٹھیک نہیں کہ جملہ شقوں کو لیکر یوں ہے یاں ہے کہنے لگیں۔

❖

تقابل ثلاثہ ۔ توریت۔ انجیل اور قرآن کا مقابلہ قرآن مجید کی فضیلت کا ثبوت۔ عیسائیوں کی بحث کا انقطاعی فیصلہ۔ قیمت مع محصول صرف عہ الہام۔ الہام کی تشریح اور آریوں کی تردید۔ ۱ر

وجود باری کا تصوّر

ملنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

وجود باری کا تصور کیوں مشکل ہے

ناظرین وجود باری کا تصور مشکل سے مشکل اور آسان سے آسان ہے۔ شائد آپ میرے اس خیال سے متعجب ہوں کہ یہہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک ہی شے آسان بھی ہو اور مشکل بھی۔ مگر میں اس کی مثال دیتا ہوں وہ یہ کہ آفتاب نہایت روشن ہے لیکن اس کی روشنی بھی نگاہ کو اسپر ٹھیرنے نہیں دیتی خفاش اسکے دیکھنے سے بالکل عاجز ہے۔ عقل انسانی کی بھی حالت خدا کے ساتھ خفاش اور آفتاب سی ہے۔ حواس خمسہ سے انسان کا ادراک شروع ہوتا ہے وہ لامسہ، شامہ، ذائقہ، سامعہ اور باصرہ سے اشیاء کا احساس کرتا ہے۔ شروع صرف حس کا سہارا پکڑنا پڑتا ہے جب تک کوئی مادی شے سامنے موجود نہو ادراک اپنا کام نہیں کرتا۔ پھر رفتہ رفتہ استقدر ترقی کر لیتا ہے کہ مادی شے کی صورت متخیلہ قائم ہو جاتی ہے۔ یہ مادہ سے تجرد کا پہلا درجہ ہے۔ پھر اس جزئیات سے کلیات کی طرف جاتا ہے۔ اور کلیات اگرچہ مادہ سے الگ ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ کلیات جزئیات سے پیدا ہوتے ہیں اور جزئیات صرف بذریعہ حواس خمسہ؛ اس لئے حواس کا توسط پھر بھی باقی رہتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ حواس کا توسط فطرت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور تمام عمر باقی رہتا ہے۔ اس واسطے کسی شے کا تعلق پیدا کرنا جو محض مجرد ہو اور حس کے ادراک میں حواس ذرا بھی کام نہ کریں محالات سے ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ انسان خدا کا تصور بہت مشکل سے کر سکتا ہے کیونکہ خدا مجرد ہی نہیں بلکہ مجرد محض ہے جس کو حواس سے ذرا بھی سروکار نہیں۔ ہاں صاحب نظر اس بات کی کوشش کریں کہ ادراک کو حواس سے الگ کریں اور صرف ایسی اشیاء کا تصور کریں جو مادہ سے بری ہیں۔ مثلاً کلیات، عقول، روح وغیرہ وغیرہ کا

ahmadimuslim.de

تو ان معقولات کی ممارست اور مزاولت سے رفتہ رفتہ ممکن ہے کہ وہ یہ حالت پیدا کر لیں کہ مجرد محض کا تصور امکان کی حد میں آجائے اور پھر ترقی کرتے کرتے اس کا یقین کامل بھی حاصل ہو جائے۔

جزئیات اور کلیات میں ایک فرق بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ جزئیات بدلتے رہتے ہیں اور اس سے اُن کا علم بھی متغیر ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً ایک شخص ہمارے روبرو بیٹھا ہے۔ اگرچہ ہم نہیں دیکھتے مگر اُس کے بدن کے اجزاء ہر وقت فنا ہو رہے ہیں اور اُن کی جگہ نئے اجزاء چڑھ رہے ہیں اسی کو بدل ما یتحلل سے فلاسفر تعبیر کرتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ جزئیات کا علم مستقل اور پائدار علم نہیں ہو سکتا۔ برخلاف اس کے کلیات میں تغیر اور انقلاب نہیں ہوتا۔ زید۔ بکر۔ عمر کی انقلابی حالت سے نفس انسان میں کوئی فرق نہیں آتا اور اس طرح جو چیز مادہ سے جس قدر بری ہو گی وہ اسی قدر انقلاب سے بری ہو گی جس سے اسکا ادراک بھی متغیر اور متبدل سے بری ہو گا اور اس بناء پر کلیات کا علم جزئیات سے اعلے و اکمل ہے۔

بیان مذکرہ بالا سے یہ اچھی طرح آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ خدا کا ادراک جس قدر انسان کو ہو سکتا ہے وہ بھی انہی لوگوں سے وابستہ ہو سکتا ہے جنھوں نے محسوسات سے ترقی کرتے کرتے اس سے نکل کر محض معقولات سے اسقدر کام لیا ہو کہ کسی اشیاء کے تصور کرنے میں انکو مادہ اور حواس سے کام نہ لینا پڑتا ہو۔

(عبد المجید مسجد ستی غازیپور)

نبوت اور خلافت عامہ

یہ مضمون انجمن اہلحدیث جہلم کے عام جلسہ منعقدہ ۱۵-۱۶-۱۷ جنوری ۱۹۱۵ء میں سُنانے کے لئے لکھا تھا لیکن اس کو سُنانے سے قبل تین طویل تقریریں کرنے سے خاکسار کا گلا بیٹھ گیا اور یہ مضمون سنا نہ سکا۔ لہذا اب بذریعہ اخبار ہدیہ ناظرین ہے۔

(ابو الفداء سیالکوٹی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفے

اہلحدیث کانفرنس
میں
اہلحدیث ڈبل

خاکسار ایڈیٹر مجبوری اور ضروری کام کے لئے ۲۷ فروری سے ۲۰ مارچ تک سفر کرنے پر مجبور ہوا۔ اسی میں مدرسہ احمدیہ آرہ کا جلسہ بمقام سیتا مڑھی ہے۔ اور اسی میں اہل حدیث کانفرنس کا۔ یہ بھی دل سے منظور تھا کہ اس مشغولی میں ناظرین کی حق تلفی نہ ہو اس لئے ڈبل نمبر ۱۲- اور ۱۹ مارچ کا پرچہ بھیجا جاتا ہے اہلحدیث کوئی ملکی اخبار نہیں بلکہ مذہبی پرچہ ہے۔ اس لئے اس کی دیرنگی میں وہ بے لطفی نہیں جو ملکی اخبار میں خبروں کے تازہ نہ ہونے سے ہوتی ہے اس مجبوری اور قومی کار ضروری کی وجہ سے امید ہے ناظرین معذور تصور فرماویں گے۔

(ابو الوفاء)

انسان کمالات انسانیہ کے حاصل کرنے اور خدا تعالیٰ کی صفات کمال اور اُس کی عبادت کے طریق اور اُس کی رضا و ناراضگی کے اسباب معلوم کرنے اور نظام وجودی میں قانون عدالت کے مقرر کرنے میں تعلیم آسمانی کا ایسا محتاج ہے کہ بغیر رسول برحق اور نبی صادق کی تعلیم کے اس کو کوئی راہ نہیں مل سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر مستقل بولی والی امت میں اُن کی زبان کا رسول پیدا کیا جس نے اُن کو امور مذکورہ کی ہدایت کرکے صلاح معاش و صلاح معاد کا صحیح طریق بتایا۔ چنانچہ فرمایا:-

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (پ ۱۴ نحل)	یعنے ہر امت میں ایک رسول پیدا کیا کہ اللہ (واحد) کی عبادت کرو اور طاغوت (غیر خدا) سے پرہیز کرو۔

نیز فرمایا:-

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ (پ ۱۱ یونس)	ہر امت کے لئے ایک رسول ہوا ہے۔

نیز فرمایا:-

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (پ ۲۲ فاطر)	کوئی امت ایسی نہیں ہوئی کہ اسمیں ایک نذیر (ڈرانیوالا) نہ ہو گزرا ہو۔

نیز فرمایا:-

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (ابراہیم پ ۱۳)	یعنے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اُسکی قوم کی زبان میں تاکہ اُن کو (احکام الٰہی) واضح کرکے بتائے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم روئے زمین کے جملہ مذاہب کے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے مذہب کے حقانی ہونے کی یہ صورت بتاتے ہیں کہ وہ ربانی ہیں۔ اور نیز یہ کہ ہر مذہب و ملت میں خدا تعالیٰ کی عبادت اور اعمال صالحہ کے کرنے اور بدکاریوں اور ظلم سے بچے رہنے کی تعلیم ضرور پائی جاتی ہے۔

پیغمبر برحق کے بعد درازی زمانہ کے سبب توحید کے ساتھ شرک مل گیا اور لوگوں نے اپنے عہد کے رسول برحق کی تعلیم و ہدایات کو چھوڑ کر بدعات اختیار کر لیں حتے کہ بعد کی نسلوں میں دین کی صورت مسخ ہو گئی۔ پس تجدید دین اور محو بدعات کے لئے شریعت کی تکمیل تک سلسلہ نبوت جاری رکھنا مناسب تھا چنانچہ فرمایا:-

(۲۹۹)

ahmadimuslim.de

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا (یونس پ ۱۱)

سب لوگ ایک ہی امت تھے پھر اُنہوں نے اختلاف (شروع) کر دیا۔

نیز فرمایا:۔

وَقَالَ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۖ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۗ وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (پ ۲ بقرہ)

سب لوگ ایک ہی امت تھے (اُنہوں نے اختلاف کیا) تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو بشارت سنانے اور ڈر سنانے والے کر کے بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب برحق بھی نازل کی کہ وہ ان امور میں جن میں لوگوں نے اختلاف کیا فیصلہ کرے اور اختلاف کیا تو اُن ہی لوگوں نے کیا جن کو وہ کتاب ملی تھی (اور وہ بھی آپس کی سرکشی کی راہ سے (کیا)۔ (باوجود) روشن دلائل آ چکنے کے بعد۔ پس خدا نے اُن لوگوں کو جو ایمان لے آئے وہ حق جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اپنے حکم سے سمجھا دیا۔

اس آیت میں سلسلۂ نبوت کے جاری رکھنے کی وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ نبی برحق کے بعد اس کی امت نے دین حق میں اختلاف کیا تو اس اختلاف کو مٹانے کے لئے دوسرا نبی برپا کیا حتے کہ آخری نبی سب اختلافات کو مٹانے والا آیا۔ چنانچہ فرمایا:۔

وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ (نحل پ ۱۴)

(اے پیغمبر) ہم نے (خاص کر) تیری طرف اس لئے کتاب نازل کی ہے کہ تو اُن لوگوں کو وہ امر واضح کر کے بتا دے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

دوسری وجہ سلسلۂ نبوت کے اجرا کی یہ ہے کہ دنیا کا تمدن ناقص رہنے اور لوگوں کے باہمی ربط و ضبط کے نہ ہو سکنے اور دور دراز جگہوں کی آمد و رفت کی صعوبت کے سبب ایک نبی کی دعوت دنیا کے تمام علاقوں کے لئے کافی نہیں تھی اسلئے خدا تعالیٰ نے ہر امت میں ایک نبی مبعوث کیا جیسا کہ شروع مضمون میں گزر چکا کہ ہر امت میں ایک رسول بھیجا۔

تیسری وجہ جس سے سلسلۂ نبوت کا جاری رکھنا ضروری تھا یہ ہے کہ جب دنیا کا تمدن کمال کو پہنچا اور دور دست علاقوں کے باہمی میل جول کی صورت نہیں بنی تو ظاہر ہے کہ کوئی ایک زبان ایسی مقرر نہیں ہو سکتی جس میں وہ سب اپنے خیالات کا تبادلہ کریں۔ پس جس علاقہ میں کوئی نبی برپا کیا جائے اُس کی زبان دوسری زبان والوں کے لئے نصاب تبلیغ نہیں ہو سکتی اور وہ احکام الٰہی کی تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ اسی لئے فرمایا کہ ہر امت میں اُن کی تفہیم کے لئے اُن کی اپنی زبان کا رسول بھیجا۔

چوتھی وجہ سلسلۂ نبوت کے اجرا کی یہ ہے کہ ہر نبی کے عہد میں اُس کی قوم نے انکار و تکذیب میں ایسی ضد کی کہ وہ نبی کے سامنے ہلاک کر دی گئی۔ مثلاً قوم نوح و ہود علیہما السلام۔ یا وہ فرمانبرداری و اطاعت میں ایسے قاصر رہے کہ اُن پر پوری شریعت کا بوجھ رکھنا مناسب نہ ہوا۔ لہذا تکمیل شریعت کی صورت نہ بن سکی۔ مثلاً قوم موسےٰ و عیسےٰ علیہما السلام۔ کہ پہلی قوم اطاعت میں قاصر رہی اور دوسری میں بہ سبب اُن کے ضعف کے امور سیاست کی تکمیل نہ ہو سکی۔

یہ سلسلہ نبوت جاری رہا حتے کہ سید المرسلین خاتم النبیین کی مبارک آمد سے سب ضرورتیں پوری ہو گئیں اور باب نبوت من کل الوجوہ مسدود کر دیا گیا۔ چنانچہ تکمیل شریعت کی نسبت فرمایا:۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي (مائدہ پ ۶)

آج (اس عہد محمدی میں) ہمنے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔

یہ آیت عرفات کے میدان میں بروز جمعہ حج کے موقع پر نازل ہوئی جس کے بعد آپ کچھ کم تین مہینے اس دنیا میں رہے۔ اور دین کو ہر طرح سے کامل و مکمل کر کے رخصت ہوئے۔ اب آج تک آپ کے بعد کوئی ایسا امر جزوی یا کلی پیش نہیں آیا۔ جس کا حکم تفصیلی یا اصولی قرآن مجید یا آپ کی سنت مطہرہ میں نہ مل سکے۔ اور نہ زمان آئندہ میں پیش آئیگا۔ کیا تدین کیا تمدن۔ کیا تہذیب نفس اخلاق کیا تدبیر منزل و سیاست ملکی۔ کیا عبادت و حقوق خدا کیا معاملات و حقوق بندگان غرض ہر امر میں خدا کی پاک کتاب قرآن مجید اور اُس کے نبی برحق کی سنت مطہرہ ہمارے لئے کافی رہبر ہیں۔ انہی دونوں کے بھروسے پر ہم نہایت استغنا سے کہہ سکتے ہیں ؎

قرآن و حدیث تجھکو بس ہے
کچھ اور کی ناحق تجھے ہوس ہے

اسی طرح حفاظت قرآن کی نسبت جو بہر حفاظتِ شریعت اور بوقتِ اختلاف حق کے واضح اور ثابت رہنے کی بنیاد ہے فرمایا:۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (پ ۱۴ حجر)

ہم ہی نے اس ذکر (قرآن) کو اُتارا ہے اور ہم ہی اس کے حافظ ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اس کے نزول سے آج تک برابر ہر زمانہ میں بے شمار حفاظ بڈھے، جوان اور بچے، مرد و عورت، امیر و غریب، لکھے پڑھے، عالم و فاضل اور ان پڑھ، غرض ہر طرح کے لوگ اور ہر طبقے کے اشخاص ہوتے چلے آئے ہیں جنکو قرآن شریف نوک زبان اور برقلا رہا ہے۔ اور ہم نہایت جزم و دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں سوائے قرآن شریف کے کوئی ایسی کتاب نہیں جو اولہ الی آخرہ لفظاً لفظاً اور حرفاً حرفاً باعراب و حرکات مقررہ محفوظ و مضبوط ہو۔ اور اپنے زمانہ نزول سے سینکڑوں برس بعد تک اپنی پہلی حالت پر قائم رہی ہو۔ لہذا اگر اس امت محمدیہ

میں کسی قسم کا اختلاف پڑے تو اس اختلاف سے بچنے کے لئے اور حق بات کے تحقیق کرنے کے لئے ہر وقت قرآن کریم کی طرف رجوع ہو سکتا ہے بلطف یہ کہ حفاظت قرآن کے ساتھ خدا تعالےٰ نے اس دین متین کے ارکان کو بھی بطریق تعامل برابر محفوظ رکھا ہے۔ اس کے ارکان پر ہر زمانے میں عمل ہوتا چلا آیا ہے جس سے کسی طرح سے دین میں خلل پڑنے کا اندیشہ باقی نہیں رہا۔ کلمہ شہادت۔ نماز۔ روزہ حج اور زکوٰۃ کی نسبت کوئی ایسا زمانہ نہیں پایا گیا کہ یہ دنیا سے متروک ہو گئے ہوں۔ ہر ملک ہر شہر ہر قصبے میں جہاں مسلمانوں کی آبادی ہے ان کی تعمیل جاری ہے۔ برخلاف دیگر مذاہب کے کہ اُن کے ارکان عملاً محفوظ نہیں رہے اور اب جو کچھ بھی اُن کی صورت ہے وہ بالکل مسخ شدہ ہے۔ اصل کو نقل اور سنت کو بدعت سے تمیز کرنا نہایت دشوار بلکہ ناممکن ہو گیا ہے۔ بیشک جو دین یا رسم عملاً متروک ہو جائے تھوڑے عرصہ تک اُس کا نابود ہو جانا بعید نہیں۔

اس موقع پر میں اس بات کے اظہار سے نہیں رہ سکتا کہ آں حضرت صلعم کی ہر عملی سنت مطہرہ کے لئے ضروری ہے کہ اُسے عملی طور پر کر کے دکھایا جائے تاکہ وہ زندہ رہے۔ اور متروک ہوتے ہوتے مردہ نہ ہو جائے۔ گو لوگ اس سے نوجہ ناواقفی کے منع کریں۔ اور ہدف ملامت بنا دیں

اب میں پھر اپنے اصل مضمون پر آتا ہوں کہ ہم آں حضرت صلعم کے عہد سعادت سے دنیا کے تمدن اور لوگوں کے میل جول اور مختلف ممالک میں ذرائع سفر کے متعلق عظیم انقلاب پاتے ہیں۔ اسلامی زمانے سے فتوحات کا سلسلہ بھی نئی صورت میں شروع ہوا۔ جس سے عربی زبان دنیا کے لئے تبادلہ خیالات کا ذریعہ ہو گئی اور تبلیغ دین نے باحسن وجہ کمال پایا۔ ہر ملک و ہر زبان میں اسکی اشاعت ہوئی اور دنیا کا کوئی حصہ اس سے خالی نہ رہا۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے آں حضرت صلعم کو دعوت عامہ سے ممتاز کر کے کل دنیا عرب و عجم کیلئے رسول برپا کیا۔ چنانچہ فرمایا:۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (اعراف پ۹)

(اے نبی النّے) کہدو۔ اے تمام لوگو! میں تم سب کیطرف خدا کا رسول ہوں

نیز فرمایا:۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (پ۲۲ سبا)

ہم نے تو تجھے تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر کر کے بھیجا ہے اور بس۔

اسی معنے میں آں حضرت صلعم نے بھی فرمایا:۔

کان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ و بعثت الی الناس کافۃ (صحیح بخاری ص۴۸)

یعنے ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا رہا ہے۔ اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

چنانچہ یہ امر قرآن شریف سے اس طرح بھی واضح ہو سکتا ہے کہ ہر نبی کو اُس کی مخصوص قوم کی طرف بھیجنا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ عیسےٰ علیہ السلام کی نسبت فرمایا وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ (آل عمران پ۳) نیز اُن کی زبانی فرمایا۔ وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ (صف پ۲۸) جب عیسےٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمھاری طرف خدا کا رسول ہو کر آیا ہوں۔

اسی طرح جناب موسیٰ علیہ السلام کی نسبت فرمایا:۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (ابراہیم پ۱۳)

ہم نے موسےٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نور کی طرف نکال لاؤ

اور اس آیت سے پیشتر آں حضرت صلعم سے خطاب کر کے فرمایا:۔

الر كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (ابراہیم پ۱۳)

(اے پیغمبر) یہ کتاب تیری طرف اس لئے اتاری ہے کہ تو عام خلقت کو اندھیروں سے نور کیطرف نکال لائے

غرض آں حضرت صلعم کے سوائے سب نبی محدود امت اور محدود زمانے کے لئے مبعوث کئے گئے لیکن آں حضرت صلعم سب دنیا اور ہمیشہ کیلئے نبی کئے گئے جب یہ بات طے ہو چکی کہ آں حضرت صلعم تکمیل شریعت کے بعد اس دنیا سے رخصت ہوئے تو ظاہر ہے کہ اب تکمیل شریعت کی ضرورت کے لئے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں رہی۔ اور یہ بھی بیان ہو چکا کہ قرآن شریف تحریف و تبدیل اور کمی بیشی سے بالکل محفوظ چلا آیا ہے۔ اور رہیگا۔ تو اب کتاب آسمانی کے ظاہر رہنے کے لئے بھی کسی نئے نبی کی ضرورت نہ رہی۔ اور یہ بھی ظاہر ہو چکا کہ آں حضرت صلعم تمام دنیا کے لئے نبی ہیں اور آپ کی دین کی اشاعت و تبلیغ دنیا کے ہر قطر پر ہو چکی ہے تو مختلف قوموں کو دین حق کی طرف بلانے کے لئے بھی کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں رہی۔ پس خدا تعالےٰ نے ختم نبوت کی سیادت و شرافت کی چادر آں حضرت صلعم کو پہنائی۔ اور فرمایا:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَٰكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (احزاب پ۲۲)

محمد تم میں سے کسی بالغ مرد کے باپ نہیں ہیں وہ خدا کے رسول ہیں اور (رخصوں کی مہر یعنی سب) پیغمبروں کے آخر میں ہیں اور اللہ تمام چیزوں سے واقف ہے۔

اس آیت مبارکہ کو خدا تعالےٰ نے اس بات پر ختم کیا ہے کہ میں ہر ایک چیز سے واقف ہوں۔ یعنی جانتا ہوں کہ اس نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد نبوت میں سب ضرورتیں پوری ہو چکی ہیں اور خبر رسانی کے آسان ذرائع تار۔ ڈاک وغیرہ۔ اور مختلف ممالک میں آسانی سے سفر کر سکنے کے وسائل ریل و جہاز وغیرہ کثرت سے رائج ہو جائینگے۔ اور اس کی تبلیغ اور رسالت کی خبر ہر ایک کے کان میں پہنچ جائیگی اور عربی زبان شاہی زبان ہو کر کل متمدن دنیا کے کانوں میں پہنچ جائیگی۔ لہٰذا آپ کو کل دنیا کے لئے نبی کیا گیا۔ اور آپ پر نبوت ختم کر دیگئی کہ آئندہ کوئی نیا نبی پیدا کرنے کی ضرورت نہ رہی اللھم صل علے محمد و علی آل محمد۔

آں حضرت صلعم پر نبوت کا ختم ہونا آپ کے سید المرسلین ہونے کی ایک دلیل ہے۔ چنانچہ آپ خود اسے امور فضیلت میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف میں وارد ہے۔

فضلت علی الانبیاء بست الی ان قال وختم بی النبیون (مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۳)

میں دیگر انبیاء علیہم السلام پر چھ باتوں سے فضیلت دیا گیا ہوں یہاں تک کہ فرمایا۔ اور میرے (آنے) سے نبی ختم کئے گئے۔

صاف ظاہر ہے کہ ختم نبوت کو آں حضرت صلعم نے امور فضیلت میں شمار کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نقطۂ اختتام وہ ہوتا ہے جہاں سب کمال انتہا کو پہنچ جاتے ہیں اور مدارج ترقی سب طے ہو جاتے ہیں۔ اس سے آگے کوئی درجہ کمال کا نہیں رہتا جیسا کہ چاند پہلی رات کو نہایت باریک نظر آتا ہے پھر رفتہ رفتہ ہر رات کو بڑھتا رہتا ہے حتےٰ کہ چودھویں رات کو بالکل پورا اور کامل ہو جاتا ہے اور اس کا نام بدر کامل یا پورنماشی یا فل مون full moon ہوتا ہے اس سے آگے اس کی ترقی کا کوئی درجہ باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح جب آں حضرت صلعم پر شریعت کامل کی گئی اور نبوت ختم کی گئی تو اس کے یہ معنے ہوئے کہ قمر اسلام جو آدم علیہ السلام کے وقت میں ہلال کی صورت میں نمودار ہوا۔ اب عہد محمدی میں بدر کامل کے رتبے پر پہنچ گیا۔ بس سب مراتب طے ہو گئے اور اب نبوت کے مدارج میں سے کوئی رتبہ ایسا باقی نہیں رہا جو اپنی انتہائی ترقی اور غایت کمال تک نہ پہنچ چکا ہو۔ پس اب نبوت ختم کیگئی۔

یہی وجہ ہے کہ آں حضرت صلعم نے اپنے بعد کے لاعبین نبوت کی تردید کے لئے ایک ہی جامع بات کہدی کہ ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل یہی کافی ہے کہ وہ میرے بعد نبوت کے مدعی ہوتے ہیں حالانکہ نبوت ختم ہو چکی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں وارد ہے

لا تقوم الساعۃ حتی یبعث دجالون کذابون قریبا من ثلاثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ (صفحہ ۱۰۴۹ جلد ثانی)

قیامت قائم نہیں ہوگی حتی کہ قریباً ۳۰ جھوٹے فریبی برپا ہوں انہیں کا ہر ایک یہی ادعا کریگا کہ میں رسول اللہ ہوں۔

اس مدعی نبوت جماعت میں سے ہمارے زمانہ میں بھی ایک شخص نے دعوے کیا لیکن ایسی ہشیاری اور چالاکی سے کہ کم علم اور بھولے مسلمانوں کو اس بات کا خیال تک نہ آئے کہ وہ انہی تیس مدعیانِ نبوت میں سے ہے۔

وہ ہشیاری یہ ہے کہ آیت ختم نبوت کے مفہوم میں پیچیدگیاں ڈالدیں اور اس سے خدا و رسول کی مراد کے برخلاف کچھ اور مراد بتائی۔ صرف اسلئے کہ کسی طرح تیس دجالوں کی حدیث کے مصداق بننے سے بچ جائے۔ لیکن آں حضرت صلعم کے پاک کلمات ایسے نہیں ہوتے کہ کوئی شخص انکو صحیح مراد سے پھیر کر اپنی غلط بیانی میں کامیابی حاصل کر سکے۔ چنانچہ ہم اس کی غلط بیانی کی صورت بیان کر کے اس کی تردید تین طریق سے خود حدیث نبوی ہی سے کرینگے۔

اس بندۂ خدا نے کبھی تو ختم نبوت سے یہ مراد بتائی کہ بیشک سب مراتب کمال آں حضرت صلعم پر ختم ہو گئے۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں کہ نبوت کا باب منکل الوجوہ مسدود ہو گیا۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ کوئی شخص بغیر آں حضرت صلعم کی تابعداری کے کمال پر نہیں پہنچ سکتا۔ اور آں حضرت صلعم کی تابعداری میں ایک یہ کمال ہے کہ جب آدمی کو فنافی الرسول کا مرتبہ حاصل ہو جائے تو وہ آں حضرت صلعم کے ظل میں ہو کر خطاب نبی کے لائق ہو جاتا ہے۔ اور کبھی یہ مراد بتائی کہ آنحضرت صلعم کے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنے ہیں کہ آپ سب انبیاء کی نبوت پر مہر یعنی اُن کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ پس اس آیت سے نبوت کے بند ہو جانے کی دلیل پکڑنی صحیح نہیں۔

اول تو ان کی دونوں تاویلیں غلط ہونے کے علاوہ باہم متخالف بھی ہیں۔ کیونکہ پہلی تاویل کے رو سے مستقل نبوت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور صرف برائے نام لفظ نبوت باقی رہجاتا ہے گو وہ بھی غلط ہے اور دوسری کے رو سے دروازہ نبوت بالکل کھلا رہتا ہے۔ اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی بالاستقلال انبیاء مبعوث ہو سکتے ہیں۔ اور ان میں تخالف ظاہر ہے۔

اب ان دونوں تاویلوں کا تفصیلی جواب سنئے کہ نبوت و رسالت سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کسی شخص کو اپنے پاس سے علم و پیغام دیکر حکم کرے کہ وہ دوسرے لوگوں کو پہنچائے۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کے معنے یہ ہیں کہ اب ایسا پیغام جس کا تعلق بندوں اور خدا تعالیٰ کے درمیان ہو خدا تعالیٰ بعد آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی شخص کو دیکر مبعوث نہیں کریگا۔ پس نبی ظلی، بروزی وغیرہ جدید اصطلاحات محض عوام الناس کو دھوکا دینے کے لئے ہیں اور بالکل باطل ہیں۔ خدا تعالےٰ نے کبھی بھی کسی نبی کو اس صورت میں کسی قوم کی طرف نہیں بھیجا۔ بلکہ جس کو بھیجا مستقل طور پر اُسے اپنے پاس سے علم و پیغام دیا۔ اور خاص خطاب سے کسی قوم کی طرف ارسال کیا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہر نبی کے ذکر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ دیگر یہ کہ نبوت ایک ہی امر ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی بخشش اور اُس کے اپنے انتخاب کے متعلق ہے۔ اکتسابی نہیں کہ ریاضت و مشق سے حاصل ہو سکے۔ اس امر کو میں ذرا واضح کرنا چاہتا ہوں۔

انتخاب رسالت کی نسبت خدا تعالےٰ نے اپنا دستور ذکر کیا۔

اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (حج پ ۱۷)

اللہ خود فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے اپنے رسول چنتا ہے۔

نیز فرمایا۔

یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ (پ ۱۴ نحل)

خدا تعالیٰ خود اپنے امر سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے ملائکہ کو روح (وحی) کیساتھ نازل کرتا ہے۔

نیز فرمایا۔

یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ (مومن پ۲۴)	اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے اختیار سے وحی بھیجتا ہے تاکہ وہ (پیغمبر) روز قیامت سے ڈرائے۔

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ نبوت خدا کی خاص بخشش ہے۔ اکتساباً حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ فنا فی الرسول کے درجہ میں نبوت ملجاتی ہے۔ درست نہ ٹھہرا۔

دیگر یہ کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ختم نبوت کو اپنی فضیلت کی دلیل گردانا ہے اور ظاہر ہے کہ فضیلت کا دعوے اسی امر میں درست ہو سکتا ہے جو مدعی کو حاصل ہو اور دوسرے کو جس پر فضیلت کا دعوے کیا گیا ہے حاصل نہ ہو ورنہ ترجیح بلامرجح لازم آئیگی جو جائز نہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ تصدیق رسل ایسی صفت ہے جو ہر نبی کو اپنے سے پیشتر کے انبیاء کی تصدیق سے حاصل ہے جیسا کہ حضرت عیسے علیہ السلام کی زبانی فرمایا اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ (صف پ۲۸)

وجہ اس کی یہ ہے کہ جس طرح ہر پچھلے امتی پر واجب ہے کہ انبیاء سابقین کی تصدیق کرے اسی طرح ہر نبی پر بھی واجب ہے کہ اپنے سے پہلے انبیاء کی تصدیق کرے۔ پس جب آں حضرت صلعم اور انبیاء سابقین تصدیق انبیاء سابقین میں مساوی ہوئے تو ختم نبوت اس معنے کے رو سے کہ اس سے مراد تصدیق مرسلین ہے آں حضرت صلعم کا خاصہ اور آپ کے لئے وجہ فضیلت نہیں ہو سکتی۔ لہذا مرزا صاحب کا کہنا باطل ہوا۔ اگر کہا جائے کہ آں حضرت صلعم سے پیشتر جب کسی نبی نے کسی کی تصدیق کی تو کل انبیاء میں سے بعض کی کی کیونکہ ان سے پہلے کل میں سے بعض تھے نہ تمام۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

پس اب تو معاملہ ہی سطے ہو گیا۔ کیونکہ یہ صورت تو ہی قائم ہو سکتی ہے جب آں حضرت صلعم سب سے آخری نبی ہوں۔ اور اگر آپ کے بعد بھی کوئی نیا نبی ہونا جائز ہو تو پھر بھی تصدیق کل مرسلین آپکا خاصہ نہیں رہتا۔ حالانکہ حدیث میں یہ وصف آں حضرت صلعم کا خاصہ ذکر کیا گیا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ تیس دجالوں کذابوں والی حدیث میں ان مدعیان نبوت کے ابطال دعویٰ میں آں حضرت صلعم نے سوائے اس کے کوئی وجہ قرار نہیں دی کہ وہ مدعی نبوت ہونگے۔ اور یہہ وجہ ابطال دعوے میں اسی صورت میں پیش ہو سکتی ہے کہ آں حضرت صلعم کے بعد کوئی دوسرا نبی بننا جائز نہ ہو۔ ورنہ آں حضرت صلعم کی دلیل ناتمام ہوگی اور یہ درست نہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ختم نبوت کے معنے خود آں حضرت صلعم سے صحیح بخاری میں اس طرح مروی ہیں:۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی الحدیث (بخاری مصری جلد ثانی ص۱۶۵)	ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آں حضرت نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست بھی انبیاء کے سپرد تھی۔ جب ایک نبی فوت ہوتا تھا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہو جاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں صاف مذکور ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ کیونکہ لا کلمہ نفی جنس کا لفظ نبی نکرہ پر داخل ہوا ہے جو ہر جدید نبی کی نفی کرتا ہے۔ اس میں کوئی تمیز نہیں کہ صاحب شریعت نبی آنا منع ہے لیکن غیر تشریعی نبی منع نہیں۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے یہ بھی عذر کیا ہے کیونکہ لفظ نبی کا مصداق جیسا تشریعی نبی ہے ویسا ہی غیر تشریعی بھی ہے قرآن و حدیث میں اس کے استعمال میں یہ فرق نہیں کیا گیا بعض نادان یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں خاتم النبیین آیا ہے۔ خاتم المرسلین نہیں آیا اسلئے آں حضرت صلعم کے بعد رسول آسکتا ہے نبی نہیں آسکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں نبی اور رسول کا مصداق ایک ہی ہے۔ ان میں ہرگز کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ فرمایا:۔

وَکَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِیٍّ فِی الْاَوَّلِیْنَ (زخرف پ۲۵) نیز فرمایا:۔ موسیٰ علیہ السلام کی نسبت:۔

وَکَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا اور ساتھ ہی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت فرمایا وَکَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا حالانکہ موسے علیہ السلام صاحب شریعت نبی تھے۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام صاحب شرع نہ تھے نیز فرمایا:۔

قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِیَآءَ اللّٰہِ مِنْ قَبْلُ (بقرہ پ۱) اور انہی انبیاء مقتولین کی نسبت فرمایا:۔

قُلْ قَدْ جَآءَکُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ وَبِالَّذِیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ (آل عمران پ۴)

اس تفصیل سے بالکل واضح ہو گیا کہ ختم نبوت کے یہی معنے ہیں کہ نبوت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ اور اب کوئی جدید نبی پیدا نہیں ہوگا۔ ہاں اس امر میں ایک خدشہ باقی رہ گیا کہ ہم عیسے علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے معتقد ہیں اور وہ نبی ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہی کہ وہ جدید نبوت سے نہیں آئینگے بلکہ اسی نبوت سے جو ان کو آں حضرت صلعم سے پیشتر مل چکی ہے۔ پس ان کو نبوت کا ملنا آں حضرت کے بعد نہ ہوا۔ اور اس کی حقیقت میں اپنے مضمون حیات مسیح میں مفصل بیان کر چکا ہوں۔

ختم نبوت کا مضمون صاف کر چکنے کے بعد اب میں مضمون کے دوسرے حصے خلافت کی بحث کی طرف رجوع کرتا ہوں:

اس کے لئے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ نبی کے کیا فرائض ہیں۔ تاکہ پھر اس کے خلیفہ کے فرائض معلوم ہو سکیں۔

انبیاء کی بعثت سے مقصود یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات کمال کی معرفت علاوہ رضا و ناراضگی کے

(۳۲)

ahmadimuslim.de

اسباب اور اُس کی عبادت کا صحیح طریق معلوم ہو۔ اور دنیا میں امن و سلامتی قائم کی جائے اور ظاہر ہے کہ نبی یہ سب امور خدا تعالےٰ سے حاصل کر کے خلقت کو سکھاتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ نبوت آں حضرت صلعم پر ختم ہو چکی ہے ان دونوں باتوں کے سمجھ لینے کے بعد مطلع بالکل صاف ہے کہ آں حضرت صلعم کے خلفاء بغیر نبوت کے ہونگے ایسا نہیں کہ خلفاء بھی ہوں اور نبی بھی۔ اس امر کو میں دو حدیثوں سے اور واضح کرتا ہوں۔

اوّل تو وہی حدیث جو ختم نبوت کے مضمون میں گزر چکی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔

کانت بنو اسرائیل تسوسہم الانبیاء کلما ہلک نبی خلفہ نبی و لا نبی بعدی و سیکون الخلفاء فیکثرون الحدیث (ص ۱۲۵ بخاری جلد ثانی مصری)

بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کے سپرد ہوتی تھی۔ جب کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اُس کا خلیفہ دوسرا نبی ہو جاتا۔ اور یہ سچ ہے کہ میرے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہوگا۔ ہاں خلفاء ضرور ہونگے اور بہت ہونگے:

اس حدیث میں صاف مذکور ہے کہ میرے بعد امور سیاست کے قائم کرنے کے لئے میری خلیفے ہونگے لیکن نبی کوئی نہیں ہوگا جس سے نتیجہ صاف ثابت ہے کہ آں حضرت صلعم کے خلیفے نبی نہیں ہونگے۔

دوسرا امر جو اس حدیث سے ظاہر ہے یہ ہے کہ خلیفہ کا کام امور سیاست کا انتظام ہے اس امر کو میں انشاء اللہ آگے چل کر بیان کرونگا جہاں خلیفے کے کام ذکر ہونگے۔

دوسری حدیث یہ ہے کہ جب آں حضرت صلعم جنگ تبوک پر تشریف لیجانے لگے۔ تو آپ نے حضرت علی رضہ سے فرمایا:۔

الا ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لیس نبی بعدی (بخاری جلد ۳ ص ۵۲)

کیا تو راضی نہیں کہ تو مجھ سے وہ نسبت رکھے جو ہارونؑ کو موسےٰ سے تھی۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں آں حضرت صلعم نے جو حضرت علی رضہ کو بمنزلہ حضرت ہارون کہا ہے اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ جب حضرت موسےٰ علیہ السلام چالیس رات کے واسطے طور پر جانے لگے تو پیچھے حضرت ہارون کو قوم میں خلیفہ چھوڑا۔ چنانچہ قرآن شریف (سورہ اعراف) میں اس طرح ہے:۔

وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي (اعراف پ ۹)

حضرت موسےٰ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا کہ میری قوم میں میرا خلیفہ رہنا۔

پس جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم تبوک میں جانے لگے تو مدینہ طیبہ میں انتظام کے لئے حضرت علی رضہ کو مقرر کیا۔ اور جب اُنہوں نے عرض کی:۔ اتخلفنی فی الصبیان والنساء یعنی آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں کر چلے ہیں۔ یعنی میں تو جنگ آزمود ہوں میری تلوار نیام میں کیسے رہ سکتی ہے۔ اور عورتوں اور بچوں میں کیسے بیٹھ سکتا ہوں؛ تو آپ نے اُن کو تسلی دی کہ تو میری بجائے اس عہدے پر ممتاز ہوا ہے جس پر موسےٰ علیہ السلام کی غیر حاضری میں ہارون علیہ السلام ہوئے تھے۔

لیکن چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نبوت ختم نہیں ہوئی تھی اور آں حضرت صلعم خاتم النبیین تھے اس لئے وہم پڑ سکتا تھا کہ شائد حضرت علی رضہ بھی حضرت ہارونؑ کی طرح نبی ہوں اس لئے آپ نے اس وہم کو دور کرنے کے لئے فرما دیا الا انہ لیس نبی بعدی یعنے اے علی تم میں اور ہارونؑ میں اس امر میں فرق رہیگا کہ وہ نبی تھے اور تم نبی نہیں ہو کیونکہ میرے بعد یعنی میرے نبی ہونے کے بعد دوسرا شخص نبی نہیں ہو سکتا۔

سبحان اللہ آں حضرت صلعم کے پاک کلمات کیسے مفصل وحاوی ہوتے ہیں۔ ان دونوں حدیثوں سے صاف معلوم ہو گیا کہ آں حضرت صلعم کی خلافت بغیر نبوت کے ہے

ہمارے پنجابی مدعی نبوت نے آیت استخلاف کے متعلق ایک یہ مغالطہ دیا ہے کہ اس میں کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وارد ہے۔ اور پہلے خلفاء یعنی داوٗد و سلیمان علیہما السلام انبیا بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے۔ لہذا آں حضرت صلعم کے خلفاء بھی نبی ہو سکتے ہیں۔ اس کا ایک جواب تو اوپر کی احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی خلافت محض انتظام امت کے لئے فرما رہے ہیں۔ اور بتا رہے ہیں کہ میری خلافت بغیر نبوت ہوگی۔

دیگر یہ کہ آیت میں مماثلت محض امر استخلاف میں مقصود ہے نہ کہ جمیع کوائف دیگر میں بھی جو استخلاف سے خارج ہیں جیسا کہ حضرت علی رضہ والی حدیث سے ظاہر ہو چکا (باقی باقی)

(خاکسار ابراہیم سیالکوٹی)

عِقد النحور
فی
وضع الایدی علی الصدور

قرآن مجید بتا رہا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کی نسبت حکم صادر فرمایا ہے احادیث شاہد ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے وقت سینہ پر ہاتھ باندھتے۔ اور آثار صاف کہہ رہے ہیں کہ صحابہ کرام نے اپنے سچے خدا اور پیارے رسول (فداہ ابی و امی) صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام عالیہ کی تعمیل بڑے تپاک سے کی جیسا کہ ناظرین والاتمکین کو مضمون ہذا کے ملاحظہ سے روشن ہو جائیگا۔

(۱) امام بیہقی نے حضرت علی رضہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کا مطلب یہ ہے کہ تو نماز پڑھتے وقت اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔

(۲) امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضہ (جن کے لئے

ahmadimuslim.de

حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی ہے اللھم علمہ الکتاب یا اللہ اُن (ابن عباسؓ) کو قرآن مجید سکھائے۔) سے نقل کی ہے کہ اُنہوں نے اللہ عزوجل کے قول فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کی تفسیر یہ بیان کی کہ نماز میں سیدھے ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر ڈھکلدھکی (ہنسلی) کے پاس رکھنا ہے۔

(۳) امام بخاریؒ نے تاریخ میں حضرت علیؓ سے نقل کی ہے کہ آپ نے اپنا سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ کی کلائی کے بیچوں بیچ میں سینہ پر رکھکر فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کے معنے سمجھائے۔

(۴) علامہ ابن عبدالبر نے تمہید میں فرمایا ہے:۔

حضرت علیؓ نے فرمایا اللہ تعالےٰ کے قول فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کے معنے سیدھے ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر رکھنا ہے۔

(۵) علامہ سیوطی نے درمنثور میں کہا اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور بخاری نے تاریخ میں اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور دارقطنی نے افراد میں۔ اور ابوالشیخ اور حاکم اور ابن مردویہ اور بیہقی نے اپنی اپنی سنن میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے اپنا سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ کے پہنچے کے بیچوں بیچ میں رکھکر دونوں ہاتھوں کو سینہ پر رکھا اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے قول فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کے یہی معنے ہیں۔ اور ابوالشیخ اور امام بیہقی حضرت انسؓ سے اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کرتے ہیں اور ابن ابی حاتم اور ابن شاہین نے اپنی اپنی سنن میں اور ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کا مطلب نماز میں سیدھے ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر دھکدھکی (ہنسلی) کے قریب رکھنا ہے۔

(۶) معراج الدرایہ شرح ہدایہ میں ہے:۔

حضرت علیؓ نے جب یہ آیت فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ پڑھی تو اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھکر اُن دونوں کو سینہ پر رکھا۔

(۷) بلوغ المرام میں ہے:۔

عن وائل بن حجر قال صلیت مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ الیمنی علے یدہ الیسری علے صدرہ رواہ ابن خزیمۃ

وائل بن حجر سے مروی ہے اُنہوں نے کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے اپنا سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھکر اُن دونوں کو سینہ پر رکھا۔ روایت کیا اس حدیث کو ابن خزیمہ نے۔

(۸) طبرانی نے کہا۔

حدثنا بشر بن موسی نا محمد بن حجر بن عبد الجبار بن وائل بن حجر الحضرمی ثنا عمی سعید بن عبد الجبار عن ابیہ عن امہ ام یحیے عن وائل قال حضرت الصلوٰۃ مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فذکر حدیثا الی ان قال ثم رفع یدیہ بالتکبیر الی ان خاذی بھما شحمۃ اذنیہ ثم وضع یمینہ علی یسارہ علے صدرہ الحدیث۔

ہمسے حدیث بیان کی بشر بن موسے نے اُنہوں نے کہا ہمکو خبردی محمد بن حجر بن عبد الجبار بن وائل بن حجر الحضرمی نے اُن سے حدیث بیان کی میرے چچا سعید بن عبد الجبار نے اُن کو روایت ہے اپنے باپ سے اُن کو اپنی ماں ام یحیےٰ سے اُن کو وائل سے اُنہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر پوری حدیث بیان کی یہاں تک کہ کہا پھر آپ نے تکبیر کہکر دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لوکے برابر اٹھایا۔ پھر سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینہ پر رکھا۔

(۹) خلاصۃ الاحکام میں ہے:۔

عن وائل قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ الیمنی علے یدہ الیسرے علی صدرہ۔

وائل سے روایت ہے کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بائیں ہاتھ پر سیدھا ہاتھ رکھکر اُن دونوں کو سینہ پر باندھا۔

(۱۰) امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو سند ذیل کیساتھ روایت کیا ہے۔

عن مومل بن اسماعیل عن الثوری عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل انہ رای النبی صلے اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ ثم وضعھا علی صدرہ۔

مومل بن اسماعیل نے ثوری سے روایت کی ہے اُن کو روایت ہے عاصم بن کلیب سے اُن کو اپنے باپ سے وہ روایت کرتے ہیں وائل سے اُن کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بائیں ہاتھ پر سیدھے ہاتھ رکھتے ہوئے اور پھر اُن کو سینہ پر ہاتھ باندھتے ہوئے دیکھا۔

(۱۱) علامہ سیوطی نے وظائف الیوم واللیلہ میں فرمایا ہے:۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھکر سینہ پر باندھتے۔

(۱۲) مسند امام احمد میں ہے:۔

حدثنا یحیے بن سعید عن سفیان قال حدثنا سماک عن قبیصۃ بن ھلب عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینصرف عن یمینہ وعن یسارہ ورایتہ یضع یدہ علے صدرہ ووصف یحیی الیمنی علی الیسری فوق المفصل۔

حدیث بیان کی ہمسے یحیےٰ بن سعید نے وہ روایت کرتے ہیں سفیان سے وہ کہتے ہیں ہمسے حدیث بیان کی سماک نے۔ اُن کو روایت ہے قبیصہ بن ہلب سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے۔ اُنہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) دائیں و بائیں طرف پھرتے اور (نماز میں) سینہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے دیکھا۔ اور یحیےٰ نے اپنے سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ پر پہونچہ رکھکر بتلایا۔

(۱۳) سنن ابی داؤد میں ہے:۔

عن طاؤس قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یضع یدہ الیمنی علے یدہ الیسری

ثم لیشد بہما علی صدرہ وھو فی الصلوۃ

طاؤس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے وقت اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھکر اُن کو سینہ پر باندھتے تھے۔

ناظرین کرام کو بیان بالا سے واضح ہوگیا ہوگا کہ نماز پڑھتے وقت سینہ پر ہاتھ باندھنا چاہئے مگر پھر بھی اُن کو ضرور خیال گزریگا کہ برادران احناف جو زیر ناف ہاتھ باندھتے ہیں وہ بھی کوئی نہ کوئی دلیل رکھتے ہونگے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انکے دلائل بیان کرکے جو امور قادحہ اُن پر وارد ہوتے ہیں وہ بھی درج کردوں۔ تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ کون سا مذہب قوی ہے اور کون سا ضعیف۔

دلائل حنفیہ

حنفیہ کے دلائل ذیل کی دو حدیثیں ہیں :-

حدیث اوّل

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے :-

حدثنا وکیع عن موسیٰ بن عمیر عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال رأیت النبی صلے اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ تحت السرۃ

حدیث بیان کی ہم سے وکیع نے اُن کو روایت ہے موسے بن عمیر سے وہ روایت کرتے ہیں علقمہ بن وائل بن حجر سے وہ اپنے باپ (وائل بن حجر) سے اُنہوں نے کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھے ہوئے دیکھا۔

حدیث دوم

سنن ابی داؤد میں ہے :-

حدثنا محمد بن محبوب ثنا حفص ابن غیاث عن عبد الرحمن بن اسحاق عن زیاد بن زید عن ابی جحیفۃ ان علیا رضی اللہ عنہ قال السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرۃ۔

حدیث بیان کی ہم سے محمد بن محبوب نے اُنہوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے حفص ابن غیاث نے۔ وہ روایت کرتے ہیں عبد الرحمن بن اسحاق سے اُن کو روایت ہے زیاد بن زید سے اُن کو ابو جحیفہ سے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا نماز پڑھتے وقت زیر ناف ہتھیلی (یعنی ہاتھ) کا دوسری ہتھیلی پر رکھنا سنت ہے۔

تنقید بر حدیث اوّل

فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور میں ہے "میں کہتا ہوں کہ جو اضافہ "زیر ناف یعنی تحت السرۃ" کا کیا گیا ہے اُس کے ثبوت میں نظر (تامل) ہے۔ بلکہ یہ غلط ہے جو سہواً وقوع پذیر ہوا ہے۔ کیونکہ میں نے کتاب مصنف (جس سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے) کا صحیح نسخہ دیکھا تو اُس میں حدیث مذکورہ اسی سند اور انہیں الفاظ کے ساتھ دیکھی مگر اُس میں الفاظ "تحت السرۃ" نہیں تھے البتہ کتاب مذکورہ میں اس حدیث کے بعد نخعی (استاد امام ابو حنیفہؒ) کے اثر کا ذکر ضرور تھا۔ اُس اثر کے الفاظ بھی اس حدیث کے الفاظ کے قریب قریب تھے مگر اس (اثر) کے آخری الفاظ یہ تھے کہ نماز میں زیر ناف۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید کاتب کی نظر ایک جگہ سے دوسری جگہ چوک گئی ہے یہی وجہ ہوئی کہ موقوف حدیث کو مرفوع لکھدیا۔ اور میرے اس بیان کی دلیل یہ ہے کہ یہ زیادتی (زیر ناف) پر کل نسخے متفق نہیں ہیں۔ نیز یہ کہ اکثر اہل حدیث نے اس حدیث کو روایت کیا ہے مگر کسی نے "تحت السرۃ" کا ذکر نہ کیا۔ اور میں نے سوائے قاسم بن قطلوبغا کے کسی اہل حدیث کو نہ دیکھا اور نہ سُنا جس نے اس حدیث کو اس اضافہ (زیر ناف) کے ساتھ روایت کیا ہو (اُن اہلحدیثوں میں سے ایک) حافظ ابن عبد البرؒ ہیں جنھوں نے تمہید میں کہا ہے کہ ثوری اور امام ابو حنیفہؒ سے الفاظ "اسفل السرۃ" (زیر ناف) منقول ہیں۔ اور حضرت علیؓ اور ابراہیم نخعی سے بھی انہیں الفاظ کا منقول ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ مگر ان سے ان الفاظ کے ساتھ روایت پایۂ ثبوت کو نہ پہنچی اور اگر مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ صحیح حدیث ان الفاظ کے ساتھ موجود ہوتی تو علامہ موصوف اُس کا ذکر ضرور کرتے۔ کیونکہ اُنہوں نے اس مبحث پر ابن ابی شیبہ سے بہت سی روایات کی ہیں (دوسرے اہل حدیث) علامہ حافظ ابن حجرؒ ہیں جنھوں نے اپنی کتاب فتح الباری میں بیان کیا ہے کہ ابن خزیمہ نے وائلؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو سینہ پر رکھا اور ہمیشہ سینہ کے پاس ہاتھ رکھا کرتے تھے۔ اور امام احمد کے نزدیک بھی ہلب کی روایت اسی طرح کی ہے۔ اور حافظ ممدوحؒ اپنی کتاب تخریج احادیث الہدایہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے اثر کی سند ضعیف اور حدیث وائل بن حجر کی مخالف ہے۔ (جس کے الفاظ یہ ہیں وائل بن حجرؓ نے کہا) میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے بائیں ہاتھ پر سیدھا ہاتھ سینہ پر رکھا۔ اور (حافظ موصوفؒ) نے اپنی کتاب تلخیص الحبیر میں اسی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے پس اگر یہ زیادتی (زیر ناف کی) مصنف میں موجود ہوتی تو وہ ضرور اس کا ذکر وہاں کر دیتے اور اُن کی کتابیں اس مسئلہ میں احادیث اور آثار سے بھری ہوئی ہیں۔ اور اُنہوں نے اس باب میں اقتصار نہیں کیا ہے جیسا کہ سیوطی کے قول مندرجہ شرح الفیہ سے معلوم ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ علامہ زیلعی جنھوں نے اپنے مذہب (حنفی) کے دلائل جمع کرنے کیلئے کمر باندھی ہے اس مسئلہ میں کامیاب نہ ہو سکے اور اگر اُن کو کامیابی ہوتی تو ضرور اس کا ذکر کرتے کیونکہ وہ باخبر عالم گذرے ہیں۔

(چوتھے اہلحدیث) صاحب قاموس علامہ مجد الدین فیروز آبادی ہیں جو اپنی کتاب

ضراط (جس میں اُنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے افعال بیان کئے ہیں) میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینہ پر رکھتے تھے جیسا کہ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے (پانچویں اہلحدیث) علامہ سیوطی ہیں جنھوں نے اپنی کتاب وظائف الیوم واللیلہ میں فرمایا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھکر سینہ پر باندھتے۔ اور علامہ موصوف نے جامع کبیر میں وائل کی مُسند کے تحت میں ۱۹ احادیث کے قریب مصنف سے نقل کی ہیں اور بعض احادیث کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے وقت سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھتے ہوئے دیکھا اور مصنف نقد الصرۃ نے بھی انہیں الفاظ کا ذکر کرکے الفاظ تحت السرۃ ایزاد کئے ہیں۔ اور اگر یہ زیادتی مصنف میں موجود ہوتی تو علامہ سیوطی ضرور اس کا ذکر کر دیتے (چھٹویں اہل تحقیق) علامہ عینی ہیں (جو اپنی تصانیف میں رطب ویابس یعنی صحیح اور غیر صحیح روایات جمع کرتے ہیں اور جو) اپنی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے وائل کی حدیث سے حجت پکڑی ہے جس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (اور وہ روایت یہ ہے کہ) میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے اپنا سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور ان دونوں کو سینہ پر باندھا اور ہمارے علماء حنفیہ ایسے دلائل سے حجت پکڑتے ہیں جو موثق نہیں ہیں۔ پس اگر یہ زیادتی (یعنی تحت السرۃ کی) مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہوتی تو علامہ موصوف اس کا ذکر ضرور کرتے خصوصاً جب کہ اُن کی تصانیف مصنف ابن ابی شیبہ کی نقل سے مملو ہیں (ساتویں اہل حدیث) ابن امیر الحاج ہیں (جنھوں نے تحقیق اور وسیع معلومات میں اپنے شیخ ابن ہمام کی پیروی کی ہے) شرح منیہ میں فرماتے ہیں یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے مگر ایسی کوئی حدیث پایۂ ثبوت کو نہ پہنچی جس کی رو سے بدن کے کسی خاص مقام پر ہاتھوں کا رکھنا واجب ہو سوائے وائل کی مذکور حدیث کے (جو پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے)۔ اور صاحب البحر کا بھی یہی قول ہے لہٰذا اگر یہ حدیث اس زیادتی (تحت السرہ) کے ساتھ مصنف میں ہوتی تو علامہ مذکور ضرور اس کا ذکر کرتے حالانکہ اُن کی شرح اس کے نقل سے مملو ہے۔ اس حدیث میں جو زیادتی تحت السرۃ کی ہے اس کی صحت میں وہم متذکرہ بالا قادح ہیں اور کسی حدیث کی اسناد صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا متن بھی صحیح ہو اور روایات اور طرق اسناد میں نظر کرنے سے شاذ پہچان لیا جاتا ہے۔ اور جب تم نے اس کو پہچان لیا تو جان لو کہ یہ زیادتی تحت السرۃ کی نہ تو قطعی الثبوت ہے اور نہ ظنی ہے بلکہ اس کا ثبوت موہوم ہے اور موہوم امر سے شرع کا حکم ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جو امور دلیل ظنی سے ثابت ہوتے ہیں اس سے بھی اس کا درجہ کم ہے۔ اور جس طرح سے کہ ان امور کا انکار کرنا حرام ہے جو معتبر طریقہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچ جائیں اسی طرح اُن امور کا اقرار کرنا بھی حرام ہے جو معتبر طریقہ سے ثابت نہوں اور وہم کی بنا پر کسی چیز کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنی جائز نہیں۔

علامہ ممدوح کی تقریر دلپذیر سے معلوم ہو گیا کہ الفاظ تحت السرہ (زیر ناف) حدیث کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ سہواً حدیث کا جزو بن گئے ہیں پس جب واقعہ یہ ہے تو یہ حدیث ضعیف ٹھیری۔ اور ہرگز قابل تمسک یا حجت نہ رہی۔ اسی وجہ سے تو علامہ عینی کو کہنا پڑا کہ یہ ہمارے علمائے حنفیہ ایسے دلائل سے حجت پکڑتے ہیں جو موثق نہیں ہیں۔

دوسری وجہ اس حدیث کے ضعیف ہونے کی یہ ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں ایک راوی علقمہ ہیں جو اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں حالانکہ علقمہ کو اپنے باپ سے سماع نہیں جیسا کہ تقریب التہذیب سے معلوم ہوتا ہے۔

علقمہ بن وائل بن حجر صدوق الا انہ لم یسمع من ابیہ (علقمہ بن وائل سچے ہیں مگر (بات یہ ہے) کہ اُن کو اپنے باپ سے سماع نہیں کیونکہ وہ اپنے باپ کے انتقال کے ۶ مہینے بعد پیدا ہوئے جیسا کہ ابن ہمام نے اپنی کتاب فتح القدیر میں امام ترمذی کی کتاب علل کبیر سے نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:-

امام ترمذی نے امام بخاری سے پوچھا کہ کیا علقمہ کو اپنے باپ وائل بن حجر سے سماع ہے۔ امام بخاری نے کہا (نہیں کیونکہ) وہ اپنے باپ کے انتقال کے چھ مہینے بعد پیدا ہوئے۔

تنقید بر حدیث دوم

یہ حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی عبد الرحمٰن بن اسحاق کوفی ہیں اور وہ ضعیف ہیں چنانچہ عون الودود شرح سنن ابی داؤد میں ہے:-

فی اسنادہ عبد الرحمٰن بن اسحاق کوفی قال ابوداؤد سمعت احمد بن حنبل یضعفہ وقال البخاری فیہ نظر وقال النووی ھو ضعیف بالاتفاق؛

اس کی اسناد میں عبد الرحمٰن بن اسحاق کوفی ہے جس کے متعلق ابو داؤد نے کہا میں نے احمد بن حنبل سے سُنا وہ اُس کو ضعیف بتلاتے تھے اور بخاری نے کہا اُس میں تامل (نظر) ہے۔ اور نووی نے کہا وہ بالاتفاق ضعیف ہے۔

حاشیہ جدیدہ سنن نسائی میں ہے۔

لکن فی اسنادہ عبد الرحمن بن اسحاق کوفی قال فیہ احمد بن حنبل و ابو حاتم منکر الحدیث وقال ابن معین لیس بشئ وقال البخاری فیہ نظر

لیکن اس کی اسناد میں عبد الرحمن بن اسحاق کوفی ہے جس کے متعلق احمد بن حنبل و ابو حاتم نے منکر الحدیث کہا اور ابن معین نے کہا کہ وہ کوئی چیز نہیں ہے اور بخاری نے کہا کہ اس میں نظر ہے۔

اس مضمون پر علامہ شیخ محمد حیات سندی مہاجر مدنی متوفی ۱۱۶۳ھ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور اور جس کا ترجمہ خاکسار نے اردو میں کر دیا ہے تاکہ عوام اس سے فائدہ اٹھا کر مصنف اور مترجم دونوں کو دعائے خیر سے یاد فرماتے رہیں۔ جو صاحب اسکو خریدنا چاہیں وہ خواہ اس عاجز کے پاس خواہ مولانا مولوی حاجی محمد ابو القاسم صاحب مقیم بنارس محلہ مدن پورہ مالک سعید المطابع پریس کے پاس ڈیڑھ آنہ کے ٹکٹ روانہ فرمائیں۔

(خاکسار عبد الحمید اٹاوی مقیم حیدر آباد دکن)

حضور نظام کا اسلامی احساس و ہمدردی

ناظرین اخبار اہلحدیث اس خبر کو سنکر خوش ہونگے کہ حضور نظام خلد اللہ ملکہ نے شمس العلماء علامہ سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کے ہر دو پوتوں مولوی سید عبد السلام صاحب و مولوی سید ابو الحسن صاحب اور مولوی سید شریف الحسن صاحب (خلف میاں صاحب مرحوم) کے نواسہ مولوی سید عبد الرؤف صاحب کے نام ۳۰ روپے فی کس کے حساب سے جملہ ۱۲۰ روپے ماہوار تاحیات جاری فرمائے۔ آپ کو اسلام سے جو محبت اور سچی ہمدردی ہے اس کی یہی ایک مثال نہیں ہے بلکہ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند مثالیں ذیل میں درج کرتا ہوں:-

(۱) ایک صاحب نے قرآن مجید کا ترجمہ زبان مرہٹی میں کیا تھا ان کو حال میں سات ہزار پانچسو روپے انعام مرحمت فرمایا گیا۔

(۲) اسمعیل سیف الدین سطوف حجاج ریاست حیدر آباد دکن کے نام ۱۰۰ روپے اور ان کی ہر سہ فرزندوں کے نام عہ عہ عہ روپے یومیہ وظیفہ جاری فرمایا گیا۔

(۳) سید حمزہ یا فقیہ مدنی شیخ السادات کے نام سمار ماہانہ کا وظیفہ جاری فرمایا گیا۔ اور بطور رخصتانہ کے اعصار عنایت ہوئے۔

(۴) انجمن اسلام بمبئی کو سمار سالانہ جاری ہوئے۔

(۵) دو عربوں کو بطور رخصتانہ ایک ایک ہزار روپیہ عنایت فرمایا۔

(۶) مدرسہ عربیہ دیوبند کو ماہانہ ۵۰ کا اضافہ فرمایا گیا۔

(۷) حجاج خمارہ کے لئے اور تین ہزار روپیہ کا اضافہ فرمایا گیا۔

(۸) سید مخدوم حسین صاحب سادی کو جو ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں قیام کرنا چاہتے تھے یک صد روپیہ کا وظیفہ مقرر فرمایا گیا۔

(۹) مولوی حکیم حافظ عبد الرحمن صاحب سہارنپوری خلف الصدق مولانا مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کے نام ماہانہ وظیفہ بغرض قیام بہ مدینہ منورہ مرحمت فرمایا گیا۔

غرضیکہ میری زبان اور قلم حضور نظام خلد اللہ ملکہ کی دریادلی، اسلامی ہمدردی، اسلامی احساس کے بیان کرنے سے قاصر ہے ؎

دکن کی سلطنت سے فیض ہے سارے زمانے کو
خدا رکھے بڑی فیاض یہ سرکار عالی ہے

(الراقم العاجز عبد الحمید اٹاوی ملازم حضور نظام خلد اللہ ملکہ و حشمتہ۔)

اسلامی تاریخ۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات مبارکہ بچوں کے لئے بہت مفید ہیں قیمت ۱۰ر

السلام علیکم۔ اسلامی سلام کے احکام ۱۰ر (مینجر)

کام کا ہمکو مسلمان بنا دے یارب

از جناب منشی علی عظیم صاحب تیغی عظیم آبادی مقیم کلکتہ

کل مسلمانوں کو بیدار بنا دے یارب
بخت خفتان زمانہ کو جگا دے یارب

پردے غفلت کے ان آنکھوں سے اٹھا دے یارب
قوم کے طالع خوابیدہ جگا دے یارب

شب ہے تاریک سمندر میں بپا ہے طوفاں
ڈوبتی ناؤ کو ساحل سے لگا دے یارب

ہر کوئی قوم کا دلدادہ و شیدا بنجائے
حب قومی کی لگن دلمیں لگا دے یارب

دردمند ایک کا ہو ایک مسلمانوں میں
دل تو ایک ایک کا آپس میں ملا دے یارب

پھوٹ کے بدلے ملاپ ان میں بڑھا دے مولا
مئے وحدت کا انہیں جام پلا دے یارب

کیا نمائش سے غرض نام سے کیا کام ہمیں
کام کا ہمکو مسلمان بنا دے یارب

اور کیا مانگے دعا بندۂ ناچیز عظیم
قوم محتاج ہے حاجت سے سوا دے یارب

دردانیال کی اہمیت

انتخاب الاخبار میں دردانیال پر گولہ باری کی خبریں درج ہیں اسلئے اس کا کچھ حال درج کیا جاتا ہے:-

درہ دانیال کی لمبائی ۴۵ میل اور چوڑائی بالعموم ۳ سے ۴ میل تک ہے صرف ایک جگہ چوڑائی ۱/۲ میل ہے درہ مذکور کے دونوں جانب بیشمار مضبوط و مستحکم قلعے ہیں جنکو حال کے برسوں میں جدید ترین آلات حرب سے مسلح کیا گیا ہے صحیح ترین کیفیت تو کسی کو معلوم نہیں ہے مگر جہانتک خیال کیا جا سکتا ہے یہ تمام قلعے کرپ کی جدید توپوں سے مسلح ہیں ۱۸۰۷ء میں برٹش بیڑہ کپتان ڈکورتھ کے ماتحت اس میں زبردستی گھس گیا تھا اور ۱۸۷۸ء میں قسطنطنیہ کو روسیوں سے بچانے کیلئے پھر یہی بیڑہ اس میں سے گزرا تھا۔ اپریل ۱۹۱۲ء میں اطالی جنگی جہازوں نے آبنائے کے مدخل کے قلعوں پر گولہ باری کی تھی۔ اور جولائی میں اطالی بیڑہ نے اسمیں سے جبرًا گزرنا چاہا تھا*

کلمۃ الحق

قرآن مجید کی تعلیم جس احسن طریق پر ہے۔ وہ کسی منصف کے دیدہ و دل سے مخفی نہیں ہے اصول اعتقادی اور عملی کلیات امور۔ قواعد وضوابط حلت وحرمت۔ طریق سیاست و تمدن۔ طرز معاشرت۔ فرائض واجبات اوامر و نواہی۔ حدود و محارم۔ پند و نصائح۔ وعظ و تذکیر ایقاظ و تنبیہ۔ امثال و حکم۔ قصص و عبر۔ سب اس طرح مشتمل ہے۔ کہ کسی دیدۂ حق بین و دل حقیقت شناس کو اس کے بعد کسی دوسری تعلیم کی ضرورت باقی نہیں رہتی وہ ایک مطب ہے۔ جس میں بندوں کے جسمانی و روحانی امراض کا علاج موجود ہے اس میں مومنین کے لئے ہر درد و دکھ سے شفا ہے اس میں گذشتہ امتوں کے واقعات موجود ہیں۔ جن سے آنے والی نسلیں عبرت کا سبق پڑھ سکیں۔ اس میں پیشین گوئیاں ہیں۔ کہ مومن اس کا اذعان رکھیں۔ اور مخالف انکی مطابقت کا معائنہ کرکے اپنے تمرد سے باز آئیں۔ اس نے حق و باطل کے درمیان ایک آہنی دیوار کھڑی کردی کہ کوئی ملحد۔ ہوا پرست اوسکو ہلا نہیں سکتا۔ اس نے خدا پرستی کے رستہ کو صاف کردیا۔ ہدایت کی مشعلیں روشن کردیں۔ کہ کوئی مسافر صراط مستقیم سے گمراہ نہ ہوسکے۔ وہ تمہارے دینی و دنیاوی امور کے لئے ایک زبردست حاکم ہے۔ وہ تمہارے اختلافات میں حکم ہے۔ وہ حق و باطل کے درمیان فاصل ہے۔ وہ کلام لغو نہیں ہے۔ اس کا معجزہ ہے۔ کہ اس میں سب کچھ موجود ہے۔ وہ اپنا پیارا لقب تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ لیکر آیا ہے۔ اور وہ خود حضور سرور عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کا زندہ معجزہ ہے

پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکی تفہیم اور توضیح اور تفسیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اپنے اقوال سے افعال سے اعمال سے قرآن پاک کا اتباع سکھا دیا۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ — ہم نے قرآن کو پند پذیری کے لئے آسان کردیا کیا کوئی نصیحت قبول کرنیوالا ہے؟

کا مطلب اور مراد آنکھوں سے دکھلا دیا

اللہ تعالےٰ کی یہ رحمت کہ بندوں کی ہدایت کے لئے قرآن جیسی جامع اور حاوی۔ شافی وافی کتاب نازل فرمائی۔ اور اوس کے پیارے رسول اور حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ رافت کہ ضعفا اور اغنیا ہر قسم کے افراد امت کو ملحوظ رکھکر ایسی طرح اسکو سمجھایا۔ کہ بندی کی چندی کردی

اے رب تو کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں۔ وہ ہوائے نفس سے نہیں فرماتے۔ وہ امور تبلیغیہ میں جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں۔ وحی الٰہی سے فرماتے ہیں۔ خود قرآن پاک خبر دیتا ہے

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ — (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہیں کہتے جو کچھ کہتے ہیں وہ وحی ہوتی ہیں)

آپ کے کلام کے منقول ہو کر ہم تک پہنچنے کی چار صورتیں ہیں

(۱) یا آپ کا کوئی قول یا فعل تواتر کے ذریعہ سے ہم کو ملا۔ یہ افادہ یقین اور ایجاب عمل میں مثل قرآن کے ہوگا اور تواتر کے یہ معنے ہیں۔ کہ آپ کے وقت سے لیکر اس وقت تک ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں اوس کے نقل کرنے والے اس قدر کثرت سے ہوں۔ کہ عقل انکا جھوٹ پر متفق ہونا باور کرسکتی ہے۔ اور جس شے کی وہ خبر دے رہے ہیں۔ وہ مشاہدہ اور حس پر مبنی ہو۔ یا طبقہ طبقہ سے روایت کرے یعنے ہر زمانہ کے لوگ اپنے زمانہ کے لوگوں سے ایسی کثرت سے روایت کریں۔ کہ عقل انکی کذب کو باور نہ کرے

(۲) یا آپ کا کوئی قول و فعل ایسی جماعت سے تو منقول نہیں ہوا۔ مگر ہر درجہ میں اس کی روایت کرنے والے موجود رہے۔ علماء کی اصطلاح میں ایسی حدیث کا نام مشہور اور مستفیض ہے۔

(۳) یا اوس کے بیان کرنے والے اس سے بھی کم ہیں۔ مگر ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں دو سے کم نہیں ہوئے۔ ہر راوی سے دو آدمی روایت کرنے والے ہر زمانہ میں موجود رہے۔ اس کا نام اصطلاح میں عزیز ہے

(۴) یا اس کے بیان کرنے والے دو دو تین تین برابر رہے۔ مگر کسی درجہ میں ایک ہی شخص روایت کرنے والا رہا۔ ایسی حدیث کو اصطلاح میں غریب کہتے ہیں

یہ بات بدیہی ہے کہ دین کا مدار نقل پر ہے۔ اور نقل کی صحت اور مطابقت نفس الامر کی اس کے ناقل کی دینداری اور فہم و فراست پر مبنی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہمکو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذریعہ سے ملا ہے۔ صحابہ کرام کا تدین اور فہم و فراست محتاج بیان نہیں ہے۔ وہ بلا واسطہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تحصیل علم فرماتے تھے۔ اور فہم و فقاہت کے مدارج مختلفہ کے ساتھ متصف تھے۔ اور کوئی مسلمان دل میں خیال لانا گوارا نہ کریگا۔ کہ وہ روایت حدیث یا بیان واقعات یا تفہیم مسائل میں نفسانیت یا کذب یا مداہنت کو دخل دیتے تھے۔ یا تراش خراش کرتے تھے۔ ان کے اوصاف ہم کو معلوم ہیں۔ گو ہم نے ان کو سوائے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ گو ہم نے ان کا زمانہ نہیں پایا۔ مگر تاریخ ان کے حالات ہمارے پیش نظر ہیں اور نہایت صحیح اور موثوق واسطوں اور قابل قبول ذریعوں سے ہم کو ملے ہیں۔ انکو پڑھکر ہم دنگ رہ جاتے ہیں۔ ہم اپنے آپکو دیکھتے ہیں۔ ہم اپنے معاصرین کو دیکھتے ہیں۔ ہم ہندوستان کے اندر گشت کرتے ہیں اور ہندوستان سے باہر نکلکر چار دانگ عالم کی سیر کرتے ہیں۔ ہر ملک کے باشندوں کی حالت کا معائنہ کرتے ہیں۔ تو ہم کو ان بزرگوں کی نظیر نظر نہیں آتی بے شک وہ ہم جیسے مجسم تھے۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ ناک کان۔ صورت شکل رکھتے تھے۔ وہ کھانے پینے پہننے اوڑھنے کے محتاج تھے۔ ان کے بیویاں تھیں۔ وہ دنیاوی کاروبار بھی کرتے تھے۔ وہ زمینداری۔

کاشتکاری۔ صنعت وحرفت تجارت میں بھی مصروف پائے جاتے تھے۔ مگر باللہ ثم باللہ وہ ہم جیسے انسان نہ تھے۔ وہ جسم واعضا رکھتے تھے۔ مگر اپنے اعضاء ظاہری وباطنی کو اسی کام میں لگاتے تھے۔ جس کام کے لئے خدا نے انکو بنایا ہے وہ کھانے پینے پہننے اوڑھنے کے محتاج تھے۔ مگر نہ ہماری طرح۔ وہ سب کے سب نومسلم تھے۔ اور وہ بھی عرب کفر وشرک کے اندر گڑی تھیں۔ ان کی گھٹی میں جاہلیت کی چاشنی تھی انہوں نے لات وعزیٰ کی حکومت کے زمانہ میں جنم لیا تھا۔ وہ عرب کی زمین کے سخت پتھروں سے صلابت اور شدت میں اشبہ تھے۔ وہ لٹیرے ڈاکو۔ سفاک۔ شراب خوار۔ قمار باز۔ سیہ کاریوں کے پابند۔ رسوم ورواج کی سخت سخت قیدوں میں جکڑ بند تھے۔ مگر جب انہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ ایمان لائے تو وہ درحقیقت خدا کے لئے آپ کے ہاتھوں پر بک گئے۔ اصلی حریت کے حلیہ سے آراستہ ہو کر محمدی حلقہ بگوشی کو اپنے لئے سرمایہ افتخار سمجھنے لگے۔ انکی کایا پلٹ ہو گئی اور یکلخت ودفعۃً انکی طبیعت وجبلت میں غیر معمولی تغیر پیدا ہو گیا۔ انہوں نے افعال اختیاریہ سے قوائے حیوانیہ وانسانیہ سے اعضائے ظاہرہ وباطنہ سے کہدیا۔ کہ اب ہم تمہارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زرخرید غلام ہیں۔ جو کچھ ہم سے اور تم سے اٹھا چکے۔ خدا تعالیٰ معاف فرمائے۔ اب ہم تم سے وہی کام لیں گے۔ جو خدا کے ہاں سے تمہارے سپرد ہوئے ہیں اب انکی یہ حالت ہے۔ کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو سر تسلیم خم کیا ہے اور اپنی مرغوب غذاؤں کو ترک کر دیا ہے۔ کیونکہ انکو کہ قرآن انکی اجازت نہیں دیتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم منع فرماتے ہیں۔ وہ شراب جو انکی گھونٹی میں پڑی تھی۔ جو بجائے پانی کے پی جاتی تھی۔ حرمت کا حکم نازل ہوتے ہی مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں بہی پھرتی ہے۔ شراب کے برتن توڑے جا رہے ہیں قمار کے پانسوں کی مٹی خراب ہے۔ قمار خانے بند ہیں کیوں؟ اس لئے کہ قرآن میں آج آیت اتری ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ شراب گندی چیز ہے۔ شیطانی کام ہے۔ قمار گندی چیز ہے۔ شیطانی کام ہے۔ وہ شراب جس کے کبھی متوالے تھے۔ جس کے خم کے خم اڑا جاتے تھے۔ اب اگر کپڑے پر لگ جاتی ہے۔ تو اوسکو پاک کیا جاتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ شریعت میں وہ گندی چیز قرار دی گئی ہے۔ ہمارے آجنا دمشقیوں کی طرح انہوں نے کبھی نہ کہا کہ انگور یا جو وکھجور کا شیرہ ہی تو ہے۔ اس میں ناپاکی کہاں سے گھس گئی۔ انہوں نے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیا کہ شرابی کی نماز چالیس روز تک قبول نہیں ہوتی۔ دل سے تسلیم کیا۔ اور شراب چھوڑ دی۔ انہوں نے سن لیا کہ مرد ریشمی لباس نہ پہنیں۔ تہ بند یا پائجامہ ٹخنہ سے نیچا نہ ہونا چاہئے۔ اگر ہوگا تو دوزخ میں اس کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ سنا اور توبہ کر لی۔ ہمارا نہ کوئی اعتراض کیا۔ کہ ٹخنہ سے نیچا پائجامہ ہو گیا۔ تو اس میں کیا خرابی ہو گئی۔ انہوں نے سود کی حرمت کی آیت سنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوسکی خرابیاں معلوم کیں۔ لینے والے اور دینے والے اور کاتب وشاہد پر لعنت کا حال سنا۔ لرز گئے۔ توبۃ النصوح کر لی۔ اور جو سود جس کسی پر باقی تھا معاف فرما دیا۔

بیویوں سے محبت تھی۔ مگر خدا کے لئے شہوت پرستی اور غفلت شعاری کا دخل نہ تھا۔ صنعت وحرفت تھی۔ زراعت وتجارت تھی۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق وہ بے ہمہ وباہمہ تھے ظاہر میں اچھے خاصے دنیادار اور باطن میں سچے فرمانبردار۔ ہاتھ مخلوق سے اور دل خالق سے معروف معاملہ۔

رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله ۔ (وہ ایسے لوگ ہیں کہ تجارت اور خرید وفروخت انکو خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی)

ان سے کوئی گناہ ہوتا ہے۔ تو خود حاضر ہو کر حضور میں عرض کرتے ہیں۔ کہ ہم سے یہ گناہ ہوا ہے۔ ہم پر خدا کی حد جاری کر دیجے۔

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کا قصہ صحیح روایتوں سے کتب حدیث میں منقول ہے۔ کہ وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ کہ مجھکو پاک کر دیجے یعنے گناہ کی سزا دے کر مجھے بری فرما دیجئے۔ آپنے ان کے کلام کو یہ سمجھکر کہ کوئی کم درجہ کا گناہ ہوگا۔ جو توبہ واستغفار سے معاف ہو جاتے گا۔ فرمایا کہ میاں جاؤ۔ توبہ واستغفار کرو انہوں نے پھر کہا۔ کہ حضرت مجھے پاک کیجئے۔ آپنے پھر وہی ارشاد فرمایا۔ اور ماعز برابر عرض کرتے رہے چوتھی مرتبہ میں آپنے فرمایا۔ کہ اے ماعز کس گناہ سے تجھے پاک کروں۔ عرض کیا زنا سے۔ یہ سنکر حضور نے دریافت فرمایا۔ کہ اسکو جنون تو نہیں ہو گیا لوگوں نے عرض کیا۔ کہ جنون نہیں ہے۔ پھر آپنے تحقیق کی۔ کہ شراب تو نہیں پی ہے۔ ایک شخص اٹھا اور اسکا مونہہ سونگھا۔ تو شراب کی بو نہ پائی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ماعز تم نے زنا کیا ہے۔ عرض کیا۔ کہ حضور ہاں زنا کیا ہے۔ آپنے اوسکو رجم سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ اور وہ فوراً پتھروں سے مارا گیا۔ عزیز وقریب۔ یار واغیار سب خدا کے حکم کی تعمیل میں مصروف ہو گئے۔ یہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے فرمانبردار۔ آپنے لوگوں سے فرمایا کہ ماعز کے لئے دعائے خیر کرو۔ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایک امت پر تقسیم کی جائے۔ تو سب کی نجات کے لئے کافی ہو۔

ایک صحابیہ دربار نبوت میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہے یا رسول اللہ مجھسے گناہ ہوا ہے۔ مجھے پاک کر دیجے (حد جاری فرما دیجے) آپ فرماتے ہیں (کوئی اور گناہ سمجھکر) جا توبہ استغفار کر۔ وہ مکرر عرض کرتی ہے دو چار مرتبہ یہی کلام ہو کر وہ کہتی ہے۔ کہ حضور کیا آپ ماعز کی طرح مجھے بھی رد کرنا چاہتے ہیں۔ یا رسول اللہ۔ میں زنا سے حاملہ ہوں۔ آپنے فرمایا تو۔ عرض کیا۔ حضور ہاں ہیں۔ آپنے فرمایا۔ کہ جب تک بچہ پیدا نہ ہو۔ حد جاری نہیں ہو سکتی۔ ایک شخص اسکا کفیل ہو گیا۔ اور اوسکو اپنی حفاظت میں رکھا جب پورے دن ہو گئے۔ اور بچہ پیدا ہو لیا۔ تو عرض کیا۔ کہ حضور اس عورت کے بچہ پیدا ہو لیا ہے۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ ابھی

ahmadiyyamuslim.de

ہم اوسکو اس وقت سنگسار کرنا مصلحت نہیں سمجھتے۔ کہ معصوم بچے کے لئے دودھ پلانے والی کوئی نہیں۔ ایک انصاری صحابی اٹھے۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس بچے کے دودھ پلانے کی کفالت میں کرتا ہوں۔ تب آپنے اسکو سنگسار کرا دیا۔

ایک دوسری صحیح روایت میں ہے۔ کہ آپنے اس عورت سے فرمایا کہ جا جب بچہ پیدا ہو جاویگا تب حد جاری کی جاویگی۔ جب وہ حمل کر فارغ ہوئی۔ تو حاضر ہوئی۔ کہ یا رسول اللہ بچہ پیدا ہو لیا۔ مجھپر حد جاری فرما دیجئے۔ آپنے فرمایا کہ جا اسکو دودھ پلا جب اسکا دودھ چھٹ جائے گا تب حد جاری کی جاویگی۔ چلی گئی اور جب اس بچے کا دودھ چھڑا دیا۔ تو پھر آئی بچہ گود میں تھا۔ اور اوس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا عرض کرتی ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ کیجئے۔ یہ بچہ موجود ہے۔ روٹی کھانے لگا ہے۔ آپنے اس بچہ کو کسی صحابی کی کفالت میں دیدیا۔ اور اوسکو سنگسار کرا دیا۔ اور بعد کو اوسکی توبہ کی تعریف فرمائی کہ اگر کوئی صاحب مکس ظالم عشر و محصول لینے والا بھی ایسی توبہ کرتا۔ تو باوصف حقوق العباد اسکی گردن پر ہونے کے اللہ تعالے اسکی مغفرت فرماتا۔ اللہ۔ اللہ۔ یہ تھے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ صحابہ کرام کے قصص و حکایات سے کتب لبریز ہیں یہ موقع اُن کے نقل کا نہیں ہے۔ کچھ تھوڑی سی جھلک اُن کے حالات کی دکھا دینی کافی ہے۔ الحاصل جب واقعات اور حالات دیکھتے ہیں۔ تو گویا ہم صحابہ کو دیکھتے ہیں اور یقین کے مدارج طے ہو جاتے ہیں۔ اور ہم کو اُن کی دیانت میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا ہم سمجھتے ہیں وہ انسان کامل تھے۔ اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے راستباز کامل مصاحبوں کی ضرورت تھی۔ وہ سب اوصاف خدا کے دئے ہوئے اونکی ذات میں موجود تھے۔ اور اسپر جب اُن مناقب کا اضافہ ہوتا ہے۔ جو خود حضور نے انکی نسبت ارشاد فرمائے۔ تو پھر ہماری عقیدت کیشی اور نیازمندی اُن بزرگوں کی نسبت اس اذعان کی چوٹی پر پہنچ جاتی ہے۔ کہ کوئی اوسکو ہمارے قلوب سے زائل نہیں کر سکتا۔ مخالف اگر دلائل کی بھرمار کریں۔ تو وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ہم میں سے بھی اگر کوئی راہ گم کردہ ہمارے مقابلہ میں آئے۔ تو مونہہ کی کھا دے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعض مناقب ناظرین کی ازدیاد بصیرت کے لئے یہاں لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱) عن ابی سعید الخدری قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرے اصحاب کو برا نہ کہو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے قریب مدینہ منورہ کے ہے برابر خدا کی راہ میں سونا خیرات کر دے۔ تو میرے اصحاب کے مد دیانہ جو تقریباً آدھ سیر وزن میں ہوتا ہے) اور نصف مد کی برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

صحابہ کا کمال ایمان۔ نہایت اخلاص۔ انکا استقامت اُن کا حسن نیت۔ اللہ اکبر کس درجہ میں مقبول ہے کہ کوئی بعد کو آنے والا اُن کی برابری نہیں کر سکتا۔ وہ باوجودیکہ مفلس تھے۔ اونکو مال کی احتیاج درجہ اتم تھی۔ مگر اس فاقہ مستی میں وہ فی سبیل اللہ انفاق مال کو بھی مقدم رکھتے تھے۔ کسی نے ایسی روایت باوجود تلاش نہ پائی ہوگی۔ کہ انہوں نے دینی ضرورت کے وقت بخل کیا ہو۔ ایسے واقعات کتب سیر و حدیث میں بکثرت ملیں گے۔ کہ بعض نے اپنا کل مال دیدیا۔ بعض نے نصف دیا۔ اپنے گھربار عزیز و قریب۔ زمین جائداد چھوڑ چھاڑ کر فقر و افلاس کے عمامے اور جبّے باندہ کر توکل و قناعت کے عصا ہاتھوں میں لیکر چلدئے۔ اور مدینہ میں داخل ہوگئے۔ یہ ہجرت اور یہ ترک مال آخر دیکھو تو سہی کس عالی حوصلگی اور کس علو ہمت کی خبر دیتا ہے مدینہ طیبہ (زادہ اللہ شرفاً و تکریماً) ایک معمولی شہر ہے۔ وہاں جوق جوق مہاجرین چلے آتے ہیں۔ انصار مدینہ کس اخلاص اور محبت سے اپنے مہاجر بھائیوں کی مدارات کرتے ہیں۔ اسلام کا پہلا دور ہے مسلمانوں کی قلت ہے۔ مال کی ضرورت ہے۔ ہر قسم کے سامان کی احتیاج ہے۔ اور وہ رسول کے فدائی اور اسلام کے شیدائی اپنی ذاتی ضرورتوں سے قطع نظر کر لیتے ہیں۔ اور مال سی محبوب شے سے دریغ نہیں کرتے کیا اعلاء کلمۃ اللہ کا اس سے بہتر کوئی اور منظر دنیا میں کبھی کسی نے کہیں دیکھا ہے میں یقین سے کہتا ہوں۔ کہ نہیں دیکھا ہوگا۔ انہوں نے اپنے مال۔ جان۔ زن و فرزند کو اسلام پر قربان کر دیا تھا۔ اور اپنی احتیاج اور اسلام کی ضرورت کے وقت امتحان میں دربار رسالت سے کامیابی کے تمغے اور سرکار رضاء ایزدی سے معزز لقب حاصل کئے تھے۔ اور قرآن پاک میں اپنے تذکروں کا استحقاق حاصل کیا تھا۔

(۲) اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم (رزین)

(میرے صحابہ تاروں کی طرح فیض رسان ہیں۔ ان میں سے جس کسی کی اقتدا کروگے۔ ہدایت پاؤگے)

(۳) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایہا ابن الخطاب والذی نفسی بیدہ مالقیک الشیطان سالکا فجا قط الا سلک فجا غیر فجک (بخاری و مسلم)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا۔ کہ اے عمر مجھے قسم اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جب کبھی شیطان کسی رستہ میں چلتا ہے۔ اور اتفاق سے تم سے مڈبھیڑ ہو جاتی ہے تو وہ رستہ چھوڑ کر دوسرا رستہ اختیار کر لیتا ہے)

اس حدیث سے حضرت عمرؓ کی صلابت اور قوت ایمانی اور حق پرستی پر پوری روشنی پڑتی ہے کہ انکی صورت دیکھکر شیطان سا شخص بھی خوف زدہ ہوکر چلدیتا ہے۔ بیشک یہ اُن خدا کے مخصوص بندوں میں ہیں جن کا تذکرہ قرآن پاک میں ان وقیع الفاظ میں فرمایا گیا ہے۔

ان عبادی لیس لک علیہم سلطان (ہمارے مخصوص مطیع بندوں پر شیطان تیرا کچھ تسلط نہیں ہو سکتا)

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مناقب قرآن پاک کی آیات اور صحیح صحیح حدیثوں میں ملتے ہیں جب انکی نسبت ایسے عام اور ماقل و دل الفاظ پائے جاتے ہیں۔ کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ (اللہ تعالے ان سے راضی ہوا۔ اور وہ اللہ سے راضی ہوئے) تو کیا کوئی عاقل یہ خیال کر سکتا ہے۔ کہ انہوں نے قرآن و حدیث کی تبلیغ میں کوتاہی کی۔ یا اُن کے فہم میں غلطی ہوئی۔

قرآن پاک میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں ارشاد ہے۔

ahmadmuslim.de

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک (اے رسول جو تم پر خدا کی طرف سے نازل ہو اسکو پہنچا دو)

اور آپ کا اپنے اصحابہ کرام کو یہ ارشاد

بلغوا عنی ولو آیۃ (مجھ سے اگر کوئی ذرہ سی بات بھی پہنچی ہو تو اسکو میری امت کو پہنچا دو)

بے شک آپ نے (صلی اللہ علیہ وسلم) سب کچھ پہنچا دیا۔ اور اپنے زمانہ میں اعلان عام کر دیا۔ کافر بادشاہوں کو بھی فرمان واجب الاذعان بھیجے۔ اور اپنے صحابہ کو بھی قرآن کی آیات کے مطالب حقیقی مراد اسلامی اصول و فروع سب ہی کچھ بتا دیا اور سمجھا دیا۔ اور اسکا ایک مجمع عظیم میں اعلان بھی کر دیا (باقی)

موجودہ جنگ کا اثر جان و مال پر

موجودہ جنگ جسقدر خونخوار و مہلک ہو رہی ہے۔ کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی۔ اس جنگ کی کوئی دوسری نظیر موجود نہیں ہے۔ پہلے زمانہ میں جسقدر لڑائیاں ہوئی ہیں۔ وہ یا تو خود دو ملکوں کی ہوئی ہیں۔ یا آس پاس کی سلطنتیں شریک جنگ ہو گئیں یا ایک ملک والوں نے دوسرے ملک والوں پر حملہ کیا۔ ہندوستان کی جنگ مہابھارت خاص ہندوستان کی سرزمین کے اندر ہوئی تھی جس میں تمام ہندوستان کے راجہ دو پارٹیوں میں منقسم ہو کر لڑے تھے۔ بیت المقدس کی جو لڑائیاں ہوئیں۔ ان میں تمام یوروپ اکٹھا ہو کر سلطان صلاح الدین کے مقابلہ کے لئے آیا تھا۔ لیکن راستہ کی وہ آسانیاں جو آج موجود ہیں۔ اس زمانہ میں چونکہ موجود نہ تھیں۔ لہذا میدان میں آنے والے سپاہیوں کی تعداد موجودہ جنگ سے کچھ بھی نسبت نہ تھی۔ جنگ کریمیا میں ترکی و انگلستان اور فرانس کی متحدہ فوجیں روس کے مقابلہ میں لڑنے کو گئی تھیں انکی تعداد بھی موجودہ جنگ کے مقابلہ میں بہت قلیل تھی۔ نپولین کے عہد میں جو لڑائیاں ہوئی ہیں وہ فرداً فرداً بہت سلطنتوں سے وقتاً فوقتاً ہوئی ہیں۔ غرضیکہ کوئی نظیر ایسی نہیں ملتی کہ میدان جنگ میں یوروپ۔ افریقہ۔ ایشیا۔ آسٹریلیا اور امریکہ کی فوجیں ایک میدان میں جمع ہوں اس کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ بری و بحری سفر میں آسانیاں ہو گئی ہیں پیام رسانی کا سلسلہ دم بدم ہو سکتا ہے رسد رسانی کا انتظام آسان ہو گیا ہے غرضکہ موجودہ زمانہ کی ترقی کا نتیجہ ہے کہ میدان جنگ میں لڑنے والے سپاہیوں کی آج وہ تعداد نظر آتی ہے جس کی کوئی نظیر تاریخ میں موجود نہیں ہے۔ کثرت تعداد افواج کے علاوہ دوسری عجیب بات اس جنگ میں یہ ہے۔ کہ زمین کے اوپر جنگ ہے زمین کے نیچے سمندر کے اوپر اور سمندر کے نیچے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہوا کے اوپر بھی جنگ ہو رہی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ جسقدر خوفناک آلات حرب موجودہ جنگ میں کام میں لائے جا رہے ہیں اس کی بھی کوئی دوسری نظیر کسی جنگ میں نہیں ملتی۔

غرضکہ موجودہ جنگ باعتبار کثرت افواج طریقہ جنگ اور آلات حرب کے دنیا میں اپنی قسم کی پہلی جنگ ہے اس جنگ میں اس وقت تک جسقدر خرچ ہو چکا ہے جنگ کی وجہ سے پیداوار کا جسقدر نقصان ہوا ہے۔ اور کس قدر آدمی جنگ کی بھینٹ ضائع ہو چکے ہیں۔ انگلستان کے مختلف اہل فن تخمینہ لگا رہے ہیں۔ چنانچہ انگلستان کا مشہور رسالہ نائنٹینتھ سنچری میں مسٹر گوبنیٹ نے ان سب امور پر علم الاعداد سے بحث کی ہے۔ مسٹر گوبنیٹ نے صرف ۱۹۱۵ء کے اخراجات اور نقصان جان و مال کا تخمینہ کیا ہے۔ انہوں نے جرمن سپاہی کا روزانہ اوسط خرچ کم سے کم ۱۵ شلنگ (ساڑھے سات روپے) قرار دیا ہے۔ اور انکی رائے ہے کہ فرانس و انگلستان وغیرہ میں بھی اسی قدر روزانہ صرف فی سپاہی پڑتا ہے۔ انکی رائے ہے کہ اسوقت میدان جنگ میں حسب ذیل تعداد ہے۔

جرمن	۴۳ لاکھ ۵۰ ہزار	۷۸ لاکھ ۵۰ ہزار
آسٹریا	۳۵ لاکھ	
فرانس	۴۰ لاکھ	۹۴ لاکھ
روس	۵۴ لاکھ	

کل تعداد ایک کروڑ ۷۲ لاکھ ۵۰ ہزار۔ انگلستان اور بلجیم کی تعداد شامل کرنے کے بعد کل تعداد ایک کروڑ ۹۵ لاکھ ہو جاتی ہے۔ ۱۵ شلنگ (ساڑھے سات روپے) یومیہ فی سپاہی خرچ کے حساب سے نوے لاکھ پونڈ یومیہ مصارف جنگ میں خرچ ہوتے ہیں۔ یعنے ۱۳ کروڑ پچاس لاکھ روپیہ یومیہ۔ اس حساب سے ۱۹۱۵ء کا خرچ ایک ارب ۹۲ لاکھ پونڈ خرچ ہونگے

مذکورہ بالا فوجوں کی تعداد میں سرویا۔ ترکی اور جاپان کی فوجوں کو اور ان کے یومیہ مصارف کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔ بہرحال مسٹر گوبنیٹ نے پیداوار صنعت و حرفت کے نقصان کا جو بوجہ جنگ کے ہوا حسب ذیل تخمینہ کیا ہے

فرانس ۴۰ کروڑ پونڈ — بلجیم ۵ کروڑ ۸۰ لاکھ پونڈ

جرمنی ۴۰ کروڑ ۳۰ لاکھ پونڈ — روس ۱ کروڑ ۱۰ لاکھ پونڈ

انگلستان ۱ کروڑ پونڈ۔ کل ایک ارب ۲۶ کروڑ ۲۰ لاکھ پونڈ

کا نقصان قرار دیا گیا ہے۔ مسٹر گوبنیٹ نے مذکورہ بالا ممالک کی صنعت و حرفت کی گذشتہ رپورٹوں سے جو شائع ہوئے ہیں تخمینہ نقصان پیداوار کا کیا ہے غرضکہ خرچ جنگ اور پیداوار دونوں کا ملا کر نقصان ۳ ارب ۲۰ کروڑ ۲۰ لاکھ پونڈ یعنے ۴۹ ارب ۲۳ کروڑ روپے کا ہوا۔ سب سے زیادہ نقصان جو اس جنگ میں ہوگا وہ انسانوں کا ہے۔ چنانچہ مسٹر مذکور نے پچھلی چند مشہور لڑائیوں کا جو حال کے زمانہ میں ہوئیں۔ تخمینہ لگایا ہے اور انکی رائے ہے۔ کہ جرمن و فرانس کی پچھلی جنگ جو ۱۸۷۰ء میں ہوئی تھی۔ اس میں ۱۲ فی صدی سپاہی جرمن کے مارے گئے تھے۔ ٹرانسوال کی جنگ میں ۹ فی صدی۔ اور پچھلی جنگ بلقان میں ترکوں کے ۱۲ فی صدی اور سرویہ کے ۱۰ فی صدی آدمی کام آئے تھے۔

مذکورہ بالا معلومات سے مسٹر موصوف نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ موجودہ جنگ میں اگر ۱۰ فی صدی آدمی ضائع ہونگے تو ایک کروڑ ۹۵ لاکھ اس جنگ میں کام آوینگے۔ لیکن لڑائی کو قریب ۱۸ ماہ کے گذر چکے ہیں اور فریقین کی جدید بھرتی شدہ فوجیں ابھی میدان جنگ میں نہیں پہنچی ہیں۔ موسم بہار شروع ہونے کے بعد میدان جنگ میں فوجوں کی تعداد بہت زیادہ ہو جاوے گی۔ اور ابھی اس امر کی پیشگوئی کرنا مشکل ہے کہ جنگ کب تک جاری رہے گی ابھی اس امر کا فیصلہ کرنا بھی دشوار ہے۔ کہ کون کونسی اور سلطنتیں کس فریق کی جانب سے میدان جنگ میں آوینگی لیکن یہ امر یقینی ہے کہ اٹلی۔ رومانیہ۔ یونان۔ بلگیریا پرتگال اور شاید یوروپ کی دوسری چھوٹی چھوٹی اور سلطنتیں بھی شریک جنگ ہوں۔ غریب ایران کے بھی جنگ کے اثر سے محفوظ رہنے کی امید نہیں ہے چین و امریکہ کی بابت کون کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ کسی نہ

متفرقات

اطلاع۔ مولانا ابوالوفا صاحب چونکہ اہلحدیث کانفرنس کے انعقاد وانصرام متعلقہ علیگڈھ کے لئے تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ اس لئے ۱۹ مارچ یعنے دو ہفتوں ہفتوں کا اکٹھا پرچہ شایع کیا جاتا ہے۔

مزید اطلاع۔ ۱۱ مارچ کو کارپردازان دفتر اہلحدیث شمولیت جلسہ کے لئے علیگڈھ جائیں گے۔ اس لئے ۱۱ مارچ لغایت ۱۷ مارچ اگر کسی ضروری خط یا دیگر ارشاد کی تعمیل نہ ہو۔ تو معذور سمجھیں۔ مینیجر

اعلان ارائیں کانفرنس لاہور } ارائیں کانفرنس کا ابتدائی اجلاس زیر صدارت آنریبل خان بہادر میاں محمد شفیع صاحب بیرسٹر بتاریخ ۴ اپریل ۱۹۱۵ء بروز اتوار بوقت صبح ۸ بجے سے برکت علی محمڈن ہال بیرون موچی دروازہ لاہور میں ہوگا۔ جس میں ارائیں قوم کی تعلیمی اور اخلاقی ترقی کے لئے مناسب تجاویز عمل میں آویں گی۔ تمام مقامات کے برادران قوم اس جلسہ میں بکثرت تشریف لاکر ممنون فرماویں۔ جو حضرات اپنی آمد سے ایک ہفتہ قبل اطلاع دیں گے۔ ان کے قیام وطعام کا انتظام بھی کیا جاوے گا۔ جو حضرات کوئی تقریر کرنا چاہیں۔ ۱۵ مارچ سے پہلے پہلے اطلاع دیں۔ تاکہ پروگرام میں انکا نام درج ہو سکے۔ المشتہر میاں پیر بخش پنشنر پوسٹل ماسٹر ذیلدار سیکرٹری ہاؤس بھاٹی دروازہ لاہور۔

درخواست جنازہ غائب۔ میاں عبدالعزیز غلام محمد صاحب بارہ مولا (کشمیر) سے لکھتے ہیں کہ ہمارا ایک چچا زاد بھائی پیر محمد ... ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ کو دار فانی سے دار بقا کو رحلت کر گیا ہے۔ انا للہ۔ مرحوم دیندار تھا۔ اہلحدیث بھائی اس کے لئے نماز جنازہ غائب پڑھ ہی جاویں۔ اللھم اغفرلہ

طبی سوال۔ بندہ نہایت ہی شکر گذار ہوگا۔ اگر کوئی حکیم یا ڈاکٹر صاحب کوئی ایسی طیار شدہ دوا یا سہل نسخہ بتلا دیں جس سے قوت مردی میں تقویت ہو جو میرے خیال میں نافع ہی ہے۔

(ایک خریدار اہلحدیث)

تلاش کتاب } خاکسار کو نتائج جامع الصغیر مصنفہ شیخ الکل سیدنا مولانا محمد نذیر حسین صاحب دہلی مرحوم ومغفور کی از حد ضرورت ہے۔ اگر کسی صاحب کو کتاب ہذا کا پتہ ہو۔ تو بذریعہ اخبار ہذا یا براہ راست خاکسار کو اطلاع دیں۔ مہربانی ہوگی۔ خاکسار ابو الحسن عبدالرحمن موضع ناکوڑ ڈاکخانہ گاجل ضلع مالدہ

درخواست دعا ودوا۔ میرے ایک دوست میر محمد شریف صاحب کو کف میں خون آتا ہے۔ مہربانی فرما کر ناظرین کرام صحت کے لئے دعا فرماویں۔ اور کسی حکیم صاحب کے پاس اس مرض کی مجرب دوا ہو تو مطلع فرماویں۔ خاکسار عبدالواحد از گنگا مندر اسٹریٹ کلکتہ

تقریظات

فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور۔ یہ رسالہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں عربی میں علامہ محمد حیات سندھی مدنی مہاجر متوفی ۱۱۶۳ھ کا تھا۔ جو مترجم ہو کر خاکسار کے مطبع میں طبع ہوا ہے نہایت مدلل رسالہ عجیب وغریب قابل دید ہے چھپائی۔ کاغذ۔ عمدہ قیمت ۱؍ علاوہ محصول۔ شائقین ٹکٹ بھیجکر منگا لیں۔ اور احباب اس کے بہت سے نسخے خریدکر تقسیم فرمادیں۔ اور اجر لیں۔ (محمد ابو القاسم عفی عنہ بنارس محلہ دارا نگر)

دافع وبا طاعون مظلمہ } اس رسالہ میں نامراد مرض طاعون کے اسباب وعلامات علاج اور مختلف پہلوؤں پر نہایت عمدگی سے روشنی ڈالی گئی ہے قیمت ۱؍ علاوہ محصولڈاک۔ ملنے کا پتہ حکیم شمس الدین صاحب۔ کٹڑہ سفید امرتسر

برآمد گندم کی ممانعت } اس مصیبت کے وقت میں جب کہ قحط کی ہولناک آتش چاروں طرف بسرعت پھیل رہی ہے۔ برآمد غلہ کو روکنے کے متعلق جو کچھ بھی کیا جاویگا۔ غنیمت سمجھا جاویگا۔ اس لئے ہم ذیل کی سرکاری اطلاع کو جو دہلی سے شایع ہوئی ہے۔ بمسرت ذیل میں درج کرتے ہیں۔ لکھا ہے۔ کہ ۲ دسمبر ۱۹۱۴ء کو ہندوستانی منڈیوں میں گندم کا نرخ بڑھ جانے کے سبب سے گورنمنٹ ہند نے گندم اور آرد گندم کی ایک خاص مقدار معین کردی تھی۔ جو ہندوستان سے ۳۱ مارچ ۱۹۱۵ء کے اختتام تک باہر بھیجا جا سکتا تھا۔ مگر اس روک کے باوجود نرخ بڑھتا گیا۔ اس لئے گورنمنٹ ہند نے اب فیصلہ کیا ہے۔ کہ گندم اور آرد گندم کی پرائیویٹ برآمد موجودہ بندش کی میعاد کے اختتام پذیر ہونے پر یعنے ۳۱ مارچ ۱۹۱۵ء سے ۳۱ دسمبر ۱۹۱۵ء تک بالکل نہ ہوگی۔ اس بندش کے عاید کرنے میں گورنمنٹ ہند کا منشاء یہ ہے۔ کہ مقامی قیمتوں کو اپنے قابو میں رکھے۔ ورنہ کثرت پیداوار کے باوجود ہندوستان میں گندم کی قیمتیں روئے زمین کے نرخوں سے متاثر ہو کر بہت بڑھ جائیں گی۔ اور یہاں مصیبت پھیلانے کا باعث ہونگی جبکہ ہندوستان کی متعدد زرعی پیداواریں فروخت نہیں ہو سکیں۔ اور اس امر کے باور کرنے کی بھی کافی وجہ ہے۔ کہ گندم کی پیداوار غالباً ملکی ضروریات سے بہت متجاوز ہوگی تو گورنمنٹ کا یہ منشاء نہیں۔ کہ وہ ہندوستان کے کاشتکاروں کی جائز امیدوں کو پورا نہ ہونے دے اور ایک حد خاص سے زیادہ برآمد کو بند کردے حالانکہ جب یہ معلوم ہو کہ پیداوار ملک کی ضروریات سے بہت زیادہ ہے۔ اور قیمتوں کو آسانی سے قابو میں رکھا جا سکتا ہے۔ اس لئے ایسی ضروری تدابیر زیر غور ہیں۔ کہ جن کی رو سے زیادہ پیداوار کو تجارت کے معمولی ذرائع سے اور مناسب موقع پر باہر بھیجنا ممکن ہوگا۔ مگر یہ کام گورنمنٹ کے خاص اہتمام اور نگرانی میں ہوگا۔ جس کے متعلق تجاویز کا بعد میں اعلان کیا جائے گا۔

اس اعلان کا اثر ابھی سے مختلف مقامات میں محسوس ہونے لگا ہے۔ چنانچہ لاہور اور امرتسر میں وسیر کے بجائے غلہ گندم ۸-۹ سیر تک آ گیا ہے۔ اور یقین ہے دیگر مقامات میں بھی ارزانی بہت جلد رونما ہوگی۔ (دوکیل)

صاحب پرنسپل میڈیکل کالج لاہور نے ان فوجی طلباء کو جو چند روز سے سکول وہسپتال سے الگ کر کے غیر حاضر

ahmadimuslim.de

انتخاب الاخبار

جنگ کے متعلق مجمل اور صحیح خبر تو صرف یہ ہے کہ ہر طرف ہو رہی ہے۔ لیکن ۲۹۔ فروری سے ۷۔ مارچ تک جو خبریں پہنچی ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے

بحری کارروائیوں میں اس ہفتہ کا سب سے اہم واقعہ یہ ہے۔ کہ انگریزی اور فرانسیسی بیڑہ دردانیال پر سخت گولہ باری کر رہا ہے۔

اس بیڑے میں جو دردانیال پر گولہ باری کر رہا ہے بہترین قسم کے انگریزی اور فرانسیسی جنگی جہاز شامل ہیں **انگریزی** جنگی جہاز کوئن میری الزبتھ جو سب سے بڑا جنگی جہاز ہے۔ وہ بھی دردانیال پر گولہ باری میں مصروف ہے۔

ایتھنز (یونان) کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ دردانیال پر حملہ کرنے والے بیڑے میں ۴۲ جنگی جہاز ہیں۔ ایک روسی جنگی جہاز سکولٹو نامی بھی جو آغاز جنگ کے وقت بحیرہ روم میں تھا۔ اس بیڑے میں شامل ہو گیا ہے۔

ایتھنز کی خبر ہے۔ کہ ایک لاکھ ترکی سپاہ گیلی پولی میں جمع ہے۔

ایک جرمن آبدوز کشتی پر ایک انگریزی تعزیری جہاز نے گولہ باری کی

انگریزی محکمہ بحری کا بیان ہے۔ کہ جنگ سے پیشتر یہ جہاز تعزیری تھا۔ لیکن آغاز جنگ میں محکمہ بحری نے اس پر قبضہ کر کے اسکو پیٹرول کے کام پر مامور کر دیا۔

جرمنوں نے تین آبدوز کشتیاں براستہ خشکی آسٹریوں کو اور تین ترکوں کو بھیجی ہیں

انگریزی امیر البحر ایجرٹن کو یقین ہے۔ کہ ایک انگریزی کوئلہ بردار جہاز نے ایک جرمن آبدوز کشتی کو غرق کر دیا ہے۔

سب سے پہلے جو انگریزی تجارتی جہاز کسی جرمن آبدوز کشتی کو غرق کرے گا۔ اوسکو ۷ ہزار ۴ سو روپیہ انعام دئے جانے کا اعلان کیا گیا ہے

آسٹریا کے پانچ جنگی جہازوں نے مقام انٹی واری و سامل مانٹی نگرو پر گولہ باری کر کے قیمتی سامان بیعہ

اور ذخائر کو جلا دیا۔ نیز شاہ مانٹی نگرو کے تفریحی جہاز کو بھی غرق کر دیا۔

ایک جرمن تجارتی جہاز ڈلشیہ جسے امریکہ کی ایک کمپنی نے خرید لیا تھا۔ اور اسپر اسباب بار کر کے جرمنی کو بھیجا تھا۔ اوسکو ایک فرانسیسی جنگی جہاز نے گرفتار کر لیا ہے۔

جہازرانی کا خرچ بڑھ جانے کے باعث انگلستان سے ہندوستان کے کرایہ میں کمپنیوں نے ۲۰۔ فیصدی کا اضافہ کر دیا ہے۔

دو جرمن ہوائی جہازوں نے ایک انگریزی تجارتی جہاز پر بم پھینکے۔ مگر نشانہ خطا گیا۔ اور جہاز اپنی راہ پر چلا گیا۔

متحدہ سلطنتوں کے ہوائی جہازوں نے جرمن سپاہ کی ٹرینوں اور ریلوے سٹیشن پر ۶۰ بم پھینکے۔

مسٹر اسکوتھ وزیر اعظم انگلستان نے پارلیمنٹ سے جنگی اخراجات کیلئے ۳۔ ارب ۷۵ کروڑ روپے کی منظوری طلب کی ہے۔

جرمنی کے بجٹ میں غیر معمولی اخراجات کیلئے ۳ ارب ۴۵ کروڑ روپے کی رقم مہیا کی گئی ہے۔

ٹائمز کا فوجی نامہ نگار خیال کرتا ہے۔ کہ مشرقی میدان جنگ میں اس وقت ۲۰ لاکھ جرمن سپاہ مصروف پیکار ہے جو روسیوں کو شکست دینے کیلئے ناکافی ہے

جرمنوں کو خوف ہے۔ کہ موسم بہار میں روسی بیشمار فوج میدان جنگ میں لے آئیں گے۔ اس لئے وہ روسیوں کو اس سے پیشتر ہی کچل ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں

بقول نامہ نگار ٹائمز جرمنوں نے اپنی نصف فوج مشرقی پرشیا سے واپس منگوالی ہے۔ اور اب وہ کسی اور مقام پر حملہ کرنے کی فکر میں ہیں۔

روسیوں کا خیال ہے۔ کہ جرمن اب پھر وارسا کے سامنے والی روسی فوج پر حملہ کریں گے

روسیوں کی سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ انہوں نے شمالی پولینڈ میں پرزاسنز پر دو جرمن جیشوں کو شکست دیکر جنگ کا خاتمہ کر دیا۔

روسیوں کی سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ انہوں نے آسٹریوں کو مغربی گلیشیہ میں سخت شکست دی ہے

فلینڈرز اور ہالینڈ میں پھر افواہیں اڑ رہی ہیں۔ کہ جرمن کیلے پر حملہ کرنے کی نئی تجاویز سوچ رہے ہیں

مغربی رزمگاہ میں اس ہفتہ انگریزی۔ فرانسیسی سپاہ نے تین سو گز پیشقدمی کی۔ متعدد جرمنوں کی خندقوں کو فتح کیا۔ اور کسی ایک کو سرنگوں سے اڑا دیا گیا۔

مسٹر اسکوتھ وزیر اعظم انگلستان نے اپنی تقریر میں بیان کیا ہے۔ کہ ہم اس وقت تک تلوار میان میں نہ کرینگے جب تک بلجیم کے نقصانات کی تلافی۔ فرانس کی آیندہ حفاظت کا اطمینان۔ اور جرمنی کی فوجی تفوق کا قطعی قلع قمع نہ ہو جائے۔

مسٹر اسکوتھ نے اعلان کیا۔ کہ ہم کسی کا مال سامان جرمنی کو نہیں جانے دیں گے۔ خواہ وہ ممنوع ہو یا غیر ممنوع۔

قاہرہ کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ ترکوں کے مصر کی طرف پیشقدمی کے فی الحال کچھ آثار نہیں پائے جاتے۔

اٹلی کے وزیر اعظم نے اپنی پارلیمنٹ جاسوسی۔ ممنوعات جنگ اور فوجی نقل وحرکت کی خبریں شائع کرنے کے خلاف مسودے پیش کئے ہیں

ایتھنز کا تار مظہر ہے۔ کہ شاہ یونان نے ایک اجلاس میں فیصلہ کیا ہے۔ کہ ایک خاص قونصل کا اجلاس منعقد کیا جائے جس میں پانچ سابق وزیر اعظم بھی شامل ہوں۔

اس اجلاس میں اس امر پر بحث کی جاویگی۔ کہ موجودہ واقعات کے متعلق یونان کو کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے۔

کلکتہ میں ایک انسپکٹر پولیس کو مفسدوں نے پستول مار کر قتل کر دیا۔ نیز اوسکا اردلی زخمی ہو گیا۔

ہنگامہ سنگاپور۔ ۲۶۔ فروری رنگون کا نامہ نگار رقمطراز ہے کہ مقامی افواج نے ریاست ہائے ملایا کے دستہ اور والنٹیر اور سلطان جوہور کی سپاہ کی اعانت اور جہازوں کے سپاہیوں کی امداد سے وہ ہنگامہ جو ۵۔ فروری کی سہ پہر کو وقوع میں آیا تھا۔ فرو کر دیا۔ فساد گو بہت سخت تھا۔ اس کے اسباب تاحال صاف صاف معلوم نہیں ہوئے۔ اتنا پتہ چلتا ہے۔ کہ پانچویں لائٹ انفنٹری میں ہندوستانی افسروں کو کچھ ترقیات دینے